اے بی سی آڈٹ بیورو سرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک

جلد نمبر ۔۔۔ 34
شمارہ نمبر ۔۔۔ 3
شعبان ۱۴۱۹ھ
دسمبر ۱۹۹۸ء

مدیر اعلیٰ: حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ
نگران: حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ
مدیر: حافظ راشد الحق سمیع حقانی
ناظم شفیق الدین فاروقی

اس شمارے کے مضامین

ماہنامہ الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ (سرحد) پاکستان ۔ فون نمبر : 630340 , 630435 -(0923)

E-Mail : haqqania@psh.infolink.net.pk

سالانہ بدل اشتراک اندرون ملک فی پرچہ =/15 روپے سالانہ =/150 روپے، بیرون ملک 20$ امریکی ڈالر

ناشر: مولانا سمیع الحق مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک، منظور عام پریس پشاور

نقش آغاز

راشد الحق سمیع حقانی

درس نظامی کے فضلاء کی ڈبل ایم اے کے مساوی تسلیم شدہ سند سے حکومت کا انکار کیوں؟

برصغیر میں انگریزوں کی آمد کے بعد نظام تعلیم کو ایک سازش کے ذریعے طبقاتی نظام میں منقسم کر دیا گیا اور دینی مدارس کا نظام تعلیم عصری تعلیم سے قصداً علیحدہ کر دیا گیا۔ جسکے نقصانات آج بالکل واضح اور اظہر من الشمس ہیں۔ اسی ہی کے نتیجے میں "مسٹر اور ملا" کی اصطلاح وضع کی گئی اور نفرتوں کی خلیج بڑھائی گئی جہاں علماء کو اس فیصلہ سے تھوڑا بہت نقصان ہوا تو اس سے کئی گنا زیادہ نقصان عصری علوم کے حامل افراد کو بھی اٹھانا پڑا، کیونکہ یہ طبقہ مکمل طور پر دین وشریعت سے نابلد اور بیگانہ ہو گیا۔ پھر قیام پاکستان کے بعد یہ توقع کی جارہی تھی کہ ہمارے ارباب بست وکشاد تعلیمی پالیسی پر مکمل توجہ دینگے، لیکن افسوس کہ یہ شعبہ بھی انگریزوں کے پروردہ اور تیار کردہ افراد کے ہاتھوں میں آیا اور انہوں نے جان بوجھ کر اس شعبہ میں بھی کوئی ٹھوس بنیاد مہیا نہیں کی۔ حالانکہ تقسیم ہند کے بعد ہمارے پڑوس میں نظام تعلیم کا شعبہ ایک مسلمان رہنما اور مذہبی سکالر مولانا ابوالکلام آزادؒ جیسی علمی شخصیت کو سونپا گیا تھا اور انہوں نے ملک کو ایسا نظام تعلیم دیا جسکی اساس پر پوری ہندوستانی قوم تعلیمی میدان میں آج ہم سے بہت آگے ہے۔ دوسری جانب ہمارے حکمرانوں نے طبقاتی نظام کی سرپرستی ماضی کیطرح جاری رکھی اور اسکے نتیجے میں ایچی سن اور برن ہال کالج وغیرہ وجود میں آئے۔ جس سے عصری علوم میں بھی انہوں نے طبقاتی نظام پیدا کر دیا ایسے میں مدارس اسلامیہ اور درس نظامی ہی محنت اور اخلاص کے ساتھ اپنا نظام چلا رہے تھے۔ پھر ضیاء الحق مرحومؒ نے مدارس دینیہ کے نظام تعلیم اور فضلاء کی محنت وقابلیت سے متاثر ہو کر انکے نظام تعلیم کا مکمل جائزہ لیا اور وزارت تعلیم اور یونیورسٹی گرانٹس کمیشن نے پورے غور وخوض، طویل بحث وتمحیص اور سروے کے بعد درس نظامی کے وہ فارغ التحصیل فضلاء جنہوں نے وفاق المدارس

بھ ے

پاکستان (پاکستان میں دیوبندی مکتبہ فکر سے منسلکہ ہزاروں مدارس کا بورڈ ہے) کے تحت امتحانات دے کر عالمیہ کی سند حاصل کی ہو اس سند کو حکومت پاکستان نے ایم اے اسلامیات اور ایم اے عربی کے مساوی قرار دیا ہے۔ یہ طبقاتی نظام اور "مسٹر اور مُلا" کی تفریق و خلیج کم کرنے کی ایک بہت بڑی مخلصانہ کوشش تھی۔ پھر اسی ہی کی بناء پر درس نظامی کے ہزاروں فضلاء نے ایم اے کیا اور سینکڑوں فضلاء نے ایم فل اور پی ایچ ڈی کی ڈگریاں بھی عالمیہ کی سند پر ملک کی تمام بڑی اور مشہور یونیورسٹیز سے اعلیٰ ترین نمبروں پر حاصل کیں اور فضلاء کی ایک بڑی تعداد فوج جیسے اہم ادارے میں بھی خطابت کے فرائض سر انجام دے رہی ہے اور کالجوں اور یونیورسٹیوں میں اسی منظور شدہ عالمیہ کی سند پر پروفیسر اور لیکچرر مقرر ہوئے۔ پھر اس فیصلے کے پندرہ بیس سال بعد بے نظیر بھٹو سابق وزیر اعظم پاکستان جنکے خمیر اور رگ رگ میں اسلام دشمنی گندھی ہوئی ہے نے اپنے دوسرے دور اقتدار میں جہاں دینی مدارس کی اہمیت اور کردار کو کم کرنا چاہا اور فوج میں بڑھتے ہوئے مذہبی اثر ورسوخ اور اپنے خلاف ایک ناکام بغاوت کے بعد وفاق المدارس سمیت دیگر تمام مسالک کے بورڈز کی اسناد کالعدم قرار دیں۔ اور ان کیلئے میٹرک، ایف اے، بی اے اور ایم اے جیسا لمبا پروسیجر از سر نو مقرر کر دیا۔ اب گذشتہ پانچ چھ سالوں سے علماء فضلاء کی ایک بہت بڑی تعداد اس ظالمانہ فیصلے سے متاثر ہوئی ہے۔ افسوس کا مقام یہ ہے کہ شریعت بل کی دعویدار حکومت بھی سابقہ حکومت کی طرح اسی فیصلے پر قائم ودائم اور عمل پیرا ہے ان کا سب سے بڑا "عذر لنگ" یہ ہے کہ ان فضلاء کو انگریزی نہیں آتی۔ انگریزی زبان کی اہمیت سے کس کو انکار ہے لیکن ہمیں بتایا جائے کہ انگریزی زبان ہماری قوم کی بنیادی ضرورت اور کیا اصل الاصول ہے یا ہماری قومی زبان ہے؟۔ بلکہ یہ صرف ایک لینگوئج ہے۔ پوری دنیا انگریزی کے بغیر بھی ترقی کی راہ پر گامزن ہے مثلاً فرانس، ہالینڈ، بلجیم، جرمنی تمام عالم عرب اور مسلم دنیا میں ان کی مقامی زبانوں میں تعلیم اور نظام حکومت کامیابی سے چل رہا ہے۔ ان کا یہ کہنا انگریزی دور غلامی کا عکاس ہے۔ اگر موجودہ حکومت نے ہماری سند کی حیثیت کو پھر سے بحال نہ کیا تو ہم سمجھیں گے کہ علماء اور دینی مدارس کے بارے میں امریکہ کی ایماء اور شہ پر دونوں پارٹیوں کی سوچ یکساں ہے۔ سب سے بڑا طرفہ تماشا یہ ہے کہ ملک کی ایک

ممتاز اور تاریخی یونیورسٹی کے شعبہ ایم فل میں وفاق المدارس کی سند پر داخلہ اب بھی مشکل سے مل جاتا ہے لیکن اسی یونیورسٹی میں فضلاء ماسٹر ڈگری وغیرہ نہیں کر سکتے اور دیگر تمام یونیورسٹیوں میں بھی اسی سند کی بنیاد پر بی اے، ایم اے، ایم فل، پی ایچ ڈی کے شعبوں میں مکمل پابندی لاگو کردی گئی ہے۔ یہ کھلا تضاد کیوں ہے؟ ہماری وفاق المدارس اور دیگر مسالک کے بورڈوں کیعھدیداروں سے مؤدبانہ گذارش ہے کہ وہ اس حساس مسئلہ پر از سر نو اپنی کوششوں کا آغاز کریں کیونکہ آپ کے کندھوں پر ہزاروں طلباء کی مسؤلیتیں اور انکا مستقبل پڑا ہوا ہے۔ گوکہ ان حضرات نے ایک دو ملاقاتیں ماضی میں حکام سے کی بھی ہیں لیکن یہ ایک دو ملاقاتوں یا چند خطوط کا مسئلہ نہیں بلکہ اس کیلئے مکمل ہوم ورک اور مربوط کوشش کی ضرورت ہے۔ ہم اس موقع پر تمام دینی صحافت کے ایڈیٹران و مدیران اور دیگر مضمون نگار حضرات سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ اس نازک مسئلے پر اپنے اپنے مجلّات اور اخبارات میں اداریے اور مضامین شائع کریں۔ خدارا! ارباب اقتدار مذہبی طبقے کو دیوار کے ساتھ لگانے کی مذموم کوششیں نہ کریں۔ ایسا نہ ہو کہ کہیں ان کو احساس کمتری میں مبتلا کرنے کے منفی عمل کا ردعمل انتہائی سخت صورت میں کل ظاہر ہو اور کلّ وہ آپ سے کہیں کہ درس نظامی کا دس سالہ کورس مکمل پڑھیں اور عربی زبان پر بھی عبور حاصل ہونے کے بعد آپ کو سرکاری ملازمت دیجائیگی۔ افسوس کا مقام ہے کہ حکومتی افسران سمیت بعض انانیت پسند پروفیسران بھی علماء اور فضلاء کی اس سند اور ہمسری پر چیں بجبیں رہے ہیں۔ اس سلسلے میں انکی سازشیں بھی دینی طبقے کے خلاف کارفرما ہی ہیں۔ اگر یہی حالات رہے تو انقلاب جو قریب نہیں تو زیادہ دور کی بات بھی نہیں۔۔۔۔۔ اس سلسلے میں دارالعلوم حقانیہ اور ادارہ "الحق" ہر ممکن تعاون پر آمادہ ہے اور فضلاء کے جائز حقوق کیلئے اپنے مخلص بھائیوں کے ساتھ شانہ بشانہ جدوجہد کیلئے تیار ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

طالبان کا "طرز اسلام" وزیراعظم اور اپوزیشن لیڈر کے خیالات

گذشتہ ماہ وزیراعظم پاکستان نے قبائلی علاقہ میں تقریر کرتے ہوئے ایک واضح حقیقت کو تسلیم کیا اور نہ صرف طالبان طرز حکومت، قیام امن اور نظام عدل کی تعریف کی بلکہ اس جیسے نظام حکومت کے قیام کی یہاں پاکستان میں بھی تمنا کی۔ انہی خیالات اور تمناؤں کا اظہار دینی قوتیں، اسلامی جماعتیں اور پاکستانی عوام گذشتہ پچاس برسوں سے کررہے ہیں اور بالخصوص جب سے افغانستان میں اسلام کے حقیقی نفاذ اور اس کی برکات و ثمرات سامنے آئی ہیں یہ تمنائیں پوری قوم کے دلوں کی دھڑکنیں بن گئی ہیں۔ وزیراعظم کا یہ اعتراف دینی قوتوں کیلئے ایک بہت بڑی کامیابی اور خوشی کی بات ہے کہ جمہوریت کے "چیمپئن آزاد خیال" شخصیت کے مالک اور ملک اور مسلم لیگ کے اعلیٰ ترین عہدیدار نے بھی طالبان طرز حکومت کی تائید کردی ہے۔ اہم سوال یہ ہے کہ طالبان طرز اسلام کیا ہے؟ طالبان کوئی خلائی مخلوق نہیں اور نہ ہی ان کے پاس کوئی الہ دین کا چراغ ہے جس کی بدولت انہوں نے انا فانا افغانستان کو جو کہ ہر لحاظ سے تباہ حال ملک تھا۔ آج امن وامان اور خوشحالی کا گہوارہ بنادیا۔ طالبان تحریک دینی مدارس کے معصوم اور تہذیب یافتہ سٹوڈنٹس کا نام ہے۔ ان کا طرز حکومت کیا ہے؟۔ ان کا طرز حکومت قرآن و سنت کی بالادستی، قانون کا احترام، عدل وانصاف کی بحالی۔ اور لوگوں کے بنیادی حقوق کا تحفظ، حقیقی غیر جانبدارانہ احتساب تنفیذ حدود اللہ، عزت نفس، امن وامان، ارزانی اور قرآنی قانون مساوات، قصاص و دیت اور اسلامی تعزیرات کے نفاذ کا نام ہے۔ یہی ان کا نظام ہے اور اسکی بنیاد پر یہ "ناتجربہ کار" ملک وملت کی فلاح و بہبود میں پورے طور سے منہمک ہیں اور الحمدللہ ابتک ان کی حکومت ہزار مخالفتوں اور عالمی سازشوں اور حملوں کے باوجود کامیابی سے چل رہی ہے اور دنیا بھر کے نظاموں کیلئے ایک چیلنج اختیار کرگئی ہے اسی کے ساتھ پاکستان پیپلز پارٹی کی چیئرپرسن سابق وزیراعظم پاکستان بے نظیر بھٹو نے "طالبان طرز اسلام" پر میاں نواز شریف کے خیالات پر سخت تنقید کی ہے اور برطانیہ کے وزیراعظم سمیت دنیا بھر کے عیسائی سربراہوں کے نام اپنے خطوط میں "طالبان طرز حکومت" کی بھرپور مذمت کی ہے اور اس سے بیزاری کا اعلان کیا ہے۔ انہوں نے اس سے قبل بھی اس خدشے کا

متعدد بار اظہار کیا ہے کہ "وزیراعظم دینی قوتوں کے دباؤ میں آکر اس قسم کے اعلانات کر رہے ہیں اور ملک اسلامی انقلاب کیطرف لحہ بہ لحہ تیزی سے بڑھ رہا ہے جو کہ جمہوری قوتوں اور عمل کیلئے زبردست خطرہ ہے"۔ وزیراعظم کے چہیتے وفاقی وزیر (غالی شیعہ) مشاہد حسین نے بھی طالبان کے طرز حکومت (جو کہ حقیقی قرآن وسنت کی بالادستی پر قائم ہے) کا اخباری پریس کانفرنس میں تمسخر اڑایا ہے۔ پھر وزیراعظم کے یہ اعلانات برائے نام ہی تھے اور اس کی حقیقت امریکہ یاترا سے قبل انہوں نے از خود ہی کھول دی اور امریکی دباؤ میں آکر اپنے "قول" سے رجوع کر لیا، لیکن اب تیر کمان سے نکل چکا ہے جو حق بات تھی وہ بے اختیار ان کی زبان سے نکل گئی۔ آج ملک کے وزیراعظم اور اپوزیشن لیڈر اور دیگر تمام لادین قوم پرست جماعتوں پر طالبان نظام حکومت کی کامیابی سے لرزہ طاری ہے اور وہ دینی جماعتوں اور بالخصوص دینی مدارس کے بارے میں فکر مند ہیں ۔ دینی مدارس کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ صدر کلنٹن اور وزیراعظم نواز شریف کے سہ نکاتی ایجنڈے کا ایک اہم نکتہ دینی مدارس کے کردار کو محدود اور جہادی قوتوں کی سرکوبی کرنا ہے، لیکن اب کافی دیر ہو چکی ہے۔ پاکستانی عوام کسی آتش فشاں کی مانند لاوا اگلنے والے ہیں۔ انکے راستے میں جو بھی آئے گا وہ راکھ کا ڈھیر ثابت ہوگا۔ اگر دارالعلوم حقانیہ اور دیگر مدارس افغانستان کو انقلاب اسلامی برآمد کر سکتے ہیں تو اپنی ہی نمناک زمین میں اسلامی انقلاب کیوں برپا نہیں کر سکتے۔ پاکستان کی دونوں بڑی جماعتوں اور دیگر لادین قوتوں کو اب نہ الیکشن سنبھالا دے سکتے ہیں اور نہ برطانیہ اور امریکہ کے ٹونی اور کلنٹن

؎ کھول آنکھ زمیں دیکھ فلک دیکھ فضا دیکھ مشرق سے ابھرتے ہوئے سورج کو ذرا دیکھ

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اک چراغ اور بجھا

علم و فضل کی دنیا کا ایک اور روشن چراغ محفل علم و عرفان کو تاریک چھوڑ کر بجھ گیا۔ یعنی ممتاز عالم دین اور بین الاقوامی شہرت یافتہ مبلغ حضرت مولانا سعید احمد خان صاحبؒ اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔ گذشتہ ماہ ان کا مدینہ منورہ میں طویل علالت کے بعد انتقال ہوا۔ مولانا مرحومؒ کی عمر کا

بیشتر حصہ دیار حبیب ﷺ کی روح پرور فضاؤں میں بسر ہوا، یا پھر تبلیغی سلسلہ میں دنیا بھر کے اسفار میں گزرا۔ آپ اکابرین دیوبند اور تبلیغی جماعت کے زعماء میں شمار ہوتے تھے اور باوجود انتہائی ضعف ونقاہت کے دین اسلام کی ترویج میں ہمہ تن مصروف رہے۔ حضرت مرحومؒ انتہائی عابد وزاہد اور حدرجہ مہمان نواز تھے۔ دارالعلوم حقانیہ حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمہ اللہ اور مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کے ساتھ آپ کا خصوصی تعلق رہا اور حضرت الشیخؒ کے ساتھ ان کی مکاتبت کا سلسلہ بھی مدتوں جاری رہا۔ ہم اس عظیم سانحہ پر تبلیغی جماعت کے اکابرین کے ساتھ دل کی گہرائیوں سے تعزیت کرتے ہیں اور ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی وفات سے جو خلا پیدا ہوا ہے اس کو اپنے خصوصی فضل وکرم سے پُر فرمادے۔ (آمین)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ کے مکان پر چھاپہ

ایک شرمناک حرکت

بھارت میں بی جے پی کی انتہا پسند ہندو حکومت نے اپنے اقتدار میں آتے ہی مسلمانوں سمیت تمام اقلیتوں پر عرصہ حیات سے تنگ کررکھا ہے اور اسی سلسلہ میں عالم اسلام کی ممتاز ترین شخصیت مولانا ابوالحسن علی ندوی مدظلہ، جو عالمی شہرت یافتہ ادارہ ندوۃ العلماء کے مہتمم بھی ہیں، کی رہائش گاہ جو تکیہ دائرہ شاہ علم اللہ رائے بریلی میں واقع ہے پر گذشتہ اتوار کو رات کے وقت چھاپہ مارا گیا اور اہل خانہ کے ساتھ بدسلوکی بھی کی گئی۔ مولانا مدظلہ کو حق گوئی کی پاداش میں یہ سزا دیجا رہی ہے کیونکہ انہوں نے بی جے پی حکومت کیطرف سے تعلیمی اداروں میں "بندے ماترم" وغیرہ اور دیگر مشرکانہ ترانوں اور رسومات کے خلاف فتویٰ جاری کیا ہے یہ چھاپہ اور شرمناک کاروائی اسی ہی کا نتیجہ ہے۔ اس سے قبل بھی مولانا مدظلہ کے مدرسہ ندوۃ العلماء جو کہ ہندوستان کا ایک عظیم علمی مرکز اور ادارہ ہے پر نومبر ۱۹۹۴ء میں پولیس فورس نے رات کو چھاپہ مارا تھا اور کئی بے گناہ طلباء کو گرفتار اور زخمی بھی کردیا تھا۔ یہ سب اوچھے ہتھکنڈے مسلمانوں کو ڈرانے دھمکانے

کیلئے کیے جارہے ہیں۔ حضرت مولانا مدظلہ عالم اسلام کے اس وقت سب سے بزرگ ترین اور قابل قدر ہستی ہیں۔ پورا عالم اسلام انکی عظمت کا معترف ہے۔ اس خاندان کے پورے بر صغیر پر عظیم احسانات ہیں۔ صد افسوس! کہ عمر بھر کی محنتوں اور انتھک قومی اور بین الاقوامی خدمات کا صلہ بھارتی حکومت نے انہیں اس انداز میں دیا ہے۔ ہم اس شرمناک واقعہ پر بی جے پی حکومت کی بھرپور مذمت کرتے ہیں۔ بی جے پی حکومت کی یہی شرمناک کاروائیاں حالیہ صوبائی انتخابات میں اسکی شکست کا باعث بنیں۔ پھر حال ہی میں سارے ہندوستان میں بابری مسجد کی شہادت کے چھ سال مکمل ہونے پر حکومت کے خلاف بڑے پیمانے پر مظاہرے بھی اس بات کا ثبوت ہیں کہ بی جے پی یا اسکی حلیف جماعتیں ہندوستان میں اقلیتی جماعتوں کے مذہبی مقامات اور لیڈروں کی ہر قسم کی توہین اور تحقیر کر رہی ہیں اگر بھارتی حکمرانوں کی یہی روش رہی تو بہت جلد بھارت تقسیم در تقسیم کے ایک بڑے عمل سے دوچار ہوگا۔ ہم حکومت پاکستان سے اپیل کرتے ہیں کہ اس شرمناک واقعہ پر سفارتی سطح پر حکومت ہند سے باضابطہ طور پر احتجاج کرے۔
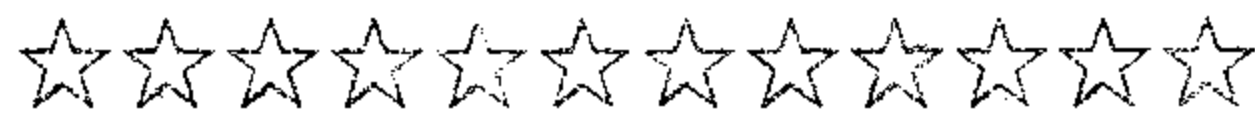
☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

قسط نمبر 2

جناب مولانا محمد شہاب الدین ندوی صاحب
ناظم فرقانیہ اکیڈمی ٹرسٹ بنگلور 29

اسلام اور اکیسویں صدی : قاہرہ کانفرنس کی مفصل روداد

جدید چیلنجوں کے مقابلے کیلئے مسلمانان عالم متحد ہو جائیں۔

باباشنودہ کی تقریر : باباشنودہ ثالث نے فصیح عربی میں تقریر کی۔ مصر میں عیسائیوں کی مادری زبان بھی عربی ہے اور وہ بڑی روانی کے ساتھ عربی بولتے ہیں۔ پوپ موصوف نے اپنی تقریر کی ابتداء " بسم اللہ " سے کی اور اللہ تعالیٰ کو واحد اور احد قرار دیا۔ (بسم اللہ الواحد الأحد الذی ـــــ) موصوف نے اپنی تقریر میں اس بات پر زور دیا کہ آج انٹرنیٹ کا دور ہے اور اس سے بہت سے کام لئے جاسکتے ہیں جن میں سے ایک تہذیبوں کا تبادلہ بھی ہے۔ لہذا آج ضرورت اس بات کی ہے کہ اس جدید ترین ذریعہ مواصلات سے ہم اپنی تہذیب سے دوسروں کو آگاہ کرائیں اور انگریزی، فرنچ، جرمن، اطالوی اور اسپینی جیسی اہم زبانوں میں اس طرح کے پروگرام پیش کریں۔ موصوف نے مشرقی اقدار اور متحدہ قومیت کی وکالت کرتے ہوئے کہا کہ ہم کو صرف عربی زبان ہی میں محصور ہو کر نہ رہ جانا چاہئے بلکہ ہمارے پاس جو تہذیبی اقدار ہیں ان کو دوسروں تک بھی پہنچانا چاہئے۔ اگر دوسروں کے پاس سائنس اور ٹیکنالوجی ہے تو ہمارے پاس اقدار و اخلاق کا سرمایہ موجود ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ آج مغرب میں حریت اور آزادی کا غلط مفہوم لیا جارہا ہے، لہذا ہمارے نوجوانوں کو گمراہ کن نظریات کی پیروی نہیں کرنی چاہئے۔

صحافیوں اور فوٹو گرافروں کا ہجوم : افتتاحی اجلاس کے بعد چائے کا وقفہ تھا، جس میں مختلف اخبارات کے نمائندوں اور صحافیوں نے معزز مہمانوں اور مندوبین کو گھیر لیا اور ان کا انٹرویو لینے لگ گئے۔ وہ مختلف ممالک کے احوال و کوائف جاننے کے لئے بے چین نظر آرہے تھے۔ گویا کہ وہ ہر ملک کے 'اندرون' میں جھانکنے کی کوشش کر رہے تھے۔ مصر چونکہ پوری دنیائے عرب میں سیاسی و صحافتی حیثیت سے بہت ممتاز حیثیت کا مالک ہے اس لئے یہاں پر ہمیں صحافیوں کی ایک فوج

نظر آئی، جنمیں زیادہ تر نوجوان اور خوبصورت لڑکیاں تھیں اور وہ مندوبین سے کرید کرید کر سوالات کی بوچھاڑ کررہی تھیں، تاکہ ان انٹرویوز کو اپنے اپنے اخبارات کی زینت بناسکیں۔ مصر سے بے شمار روزنامے، ہفت روزہ اخبارات اور ماہنامے نکلتے ہیں اور دوسری طرف فوٹوگرافروں اور ٹی وی کیمروں کا بھی ایک سیلاب سا نظر آرہا تھا جو مختلف زاویوں سے مہمانوں کی تصویریں کھینچ رہے تھے۔

کانفرنس کے مسائل و موضوعات : جیسا کہ پہلے بتایا جاچکا ہے کہ اس کانفرنس میں گفتگو کیلئے چار محور یا عنوان مقرر کئے گئے تھے اور پھر ہر عنوان کے تحت چار مزید ذیلی عنوانات تھے۔ اس طرح کل ۱۶ عنوانات میں سے ہر مندوب کو کسی ایک عنوان پر بحث کرنی تھی۔ ان میں بعض اہم عنوانات یہ ہیں : (۱) اسلامی تہذیب ایک ترقی یافتہ تہذیب (۲) عقل اور ایمان میں ہم آہنگی (۳) دین اور دنیا میں ہم آہنگی (۴) اسلام اور دیگر ادیان کیلئے بقائے باہم کے اصول (۵) فکر اسلامی میں اجتہاد کا رول (۶) اسلام اور دہشت پسندی (۷) شورائی نظام اور جمہوریت (۸) اسلام میں جنگ اور امن کا مفہوم (۹) انسان کے اقتصادی واجتماعی حقوق (۱۰) عالم اسلام کے درمیان اقتصادیات کا فروغ (۱۱) اسلام اور سائنس کی ترقی (۱۲) عالم اسلام میں سائنسی امکانات (۱۳) عالم اسلام کے تحقیقی اداروں کے درمیان اشتراک و تعاون۔

پہلے دن کے مقالات : افتتاحی ہنگامی اجلاس کے بعد مذکورہ بالا مسائل و موضوعات پر مقالوں اور تقریروں کا دور شروع ہوا۔ اس سلسلے کی دوسری مجلس جو ساڑھے گیارہ بجے شروع ہوئی تھی وہ سوا بارہ بجے شروع ہوئی۔ اس میں متعدد مندوبین نے اپنے مقالات پیش کئے اور بعض نے تقریریں کیں۔ اس سیشن میں سب سے زیادہ مفصل بحث قاہرہ یونیورسٹی کے سابق چانسلر ڈاکٹر صوفی ابو طالب کی تھی، جنہوں نے تقریباً ایک گھنٹہ 'شوریٰ اور ڈیموکریسی' کے موضوع پر اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ آنے والی صدی ہم سے مطالبہ کرتی ہے کہ ہم دنیا کے سامنے اسلام اور اسلامی مسائل کو پوری قوت کے ساتھ پیش کریں۔ اسلامی منہج غیر قوموں کے افکار اور ان کے طرز فکر سے یکسر مختلف ہے مگر وہ دیگر نظاموں کے برعکس مسائل کا افضل ترین حل پیش کرتا ہے لہذا اہل اسلام کو چاہیئے کہ وہ جدید چیلنجوں کا مقابلہ کرنے اور اسلام کے تہذیبی نمونے کو دنیا کے سامنے

پیش کرنے کیلئے تیار ہو جائیں۔ موصوف نے اس سلسلے میں ایک اصول یہ بیان کیا کہ دین اور دنیا میں تطبیق انسانی سعادت کیلئے نہایت ضروری ہے جو اسلام کا بنیادی مقصد ہے۔ چنانچہ اس تطبیقی فکر میں تعدد تو ہو سکتا ہے مگر وہ کتاب وسنت کی روشنی میں ہونا چاہیئے۔ سعودی عرب کی مجلس شوریٰ کے نائب صدر ڈاکٹر عبداللہ عمر نصیف نے نظام شوریٰ کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ سعودی عرب میں یہ نظام ایک عرصے سے قائم ہے اور اس کے بہت اچھے نتائج بر آمد ہوئے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے بتایا کہ وہاں کی مجلس شوریٰ نے اب تک ستر تجویزیں ایسی پیش کی ہیں جن کو حکومت نے تسلیم کر لیا ہے۔ موصوف نے زور دیا کہ اہل اسلام اپنے تمام نئے مسائل اسلامی شریعت کی روشنی میں اجتہاد کے ذریعہ حل کریں۔

شام کے وزیر اوقاف محمد عبدالرؤف نے کہا کہ اسلامی تمدن انسانی تمدن ہے جو بہت ترقی یافتہ ہے اور اس نے تمام انسانی کارناموں کا احاطہ کر رکھا ہے۔ یہ ہمارا تہذیبی سرمایہ ہے جس کو ہمارے اسلاف نے تمام انسانی معاشروں کے خلاصے کے طور پر اکھٹا کیا ہے۔ ترکی کے مفتی اور صدر دینی امور جناب محمد نوری یلماظ نے کہا کہ مغربی ممالک غلطی سے کمیونزم کے زوال کے بعد اسلام کو اپنا دشمن سمجھ رہے ہیں اور یہ صورتحال اس وقت تک قائم رہے گی جبتک کہ اس سلسلے میں باہمی افہام وتفہیم عمل میں نہ آجائے اور ایک دوسرے کے ساتھ زندگی گزارنے کے طور طریقے اپنا لیے نہ جائیں۔ انہوں نے آواز دی کہ مغرب عالم اسلام کے خلاف اپنی استعماری سرگرمیوں سے باز آئے۔ مراکش کی اسلامی تنظیم برائے تعلیم، سائنس اور ثقافت (ایسسکو) کے جنرل سیکرٹری ڈاکٹر عبدالعزیز تویجری نے اپنے تحقیقی مقالے میں کہا کہ دیگر ادیان واقوام کے ساتھ تعاون کرنے اور ان کے ساتھ زندگی گزارنے کی جو بات ہم کر رہے ہیں اس کا کسی بھی صورت میں یہ مطلب نہیں ہے کہ ہم اپنے موقف سے ہٹتے ہوئے عقائد واقدار کو خلط ملط کر کے ایک نیا مرکب تیار کر دیں، کیونکہ صحیح عقیدہ رکھنے والے لوگ کسی بھی مخلوط کو قبول نہیں کر سکتے۔

اس کانفرنس کی پوری کاروائی عربی میں ہو رہی تھی۔ مندوبین میں اگرچہ انگریزی بولنے والے بھی ضرور موجود تھے، مگر سب کے سب عربی بول رہے تھے اور مقالات وتقریریں بھی عربی

میں ہو رہی تھیں۔ اس کانفرنس کیلئے ڈاکٹر طاہر محمود کا مقالہ انگریزی میں تھا اور پروگرام میں ان کا نام بھی شامل تھا۔ مگر کانفرنس کا رنگ دیکھ کر انھوں نے اسے پیش نہیں کیا۔ نیز اس لئے بھی کہ انھیں اپنے مقالے کے لئے صرف دس منٹ دئے گئے تھے۔

جدید مسائل میں اجتہاد کی ضرورت : صبح کے علاوہ شام کے سیشن میں بھی بہت سے مقالات پیش کئے گئے اور اس دوران مراکش، کویت، فلسطین، سوڈان، لبنان، نائیجیریا، ملیشیا اور متحدہ عرب امارات کے نمائندوں نے حصہ لیا، مگر ان سب پر تبصرہ کرنا اس مختصر سی روداد میں مشکل ہے بلکہ ضرورت اس بات کی ہے کہ ان علمی مقالات کا مکمل ترجمہ الگ سے کر کے شائع کیا جائے، تاکہ علمی دنیا کو اس سے فائدہ ہو اور جدید مسائل و مشکلات کو سمجھنے کی راہ میں امت مسلمہ میں ایک عام بیداری پیدا ہو اور اس سلسلے میں کام کرنے والوں کی رہنمائی ہو، کیونکہ یہ ایک ٹھوس عمل ہے اور اس کی آج ملت کو سخت ضرورت ہے تاکہ ہماری اجتہادی صلاحیتیں بیدار ہوں اور ہم اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چلتے ہوئے جدید مسائل میں اجتہاد کر کے اہل اسلام کی رہنمائی عصر جدید کے تقاضوں کے مطابق کر سکیں اور اسلام اور مسلمانوں پر دقیانوسیت کا الزام عائد نہ ہو سکے، نیز یہ کہ مسلم معاشرہ کو پس ماندہ رکھ کر ہم ترقی یافتہ قوموں سے آنکھ نہیں ملا سکتے اور نہ فوجی و عسکری میدان میں ہم ان کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ چنانچہ اس کانفرنس کے متعدد شرکاء نے جدید مسائل میں اجتہاد کرنے اور امت مسلمہ کی موجودہ مشکلات کو حل کرنے پر زور دیا جو موجودہ چیلنجوں سے نپٹنے کا واحد حل ہے۔ ظاہر ہے کہ اسلام ایک عقلی اور علمی مذہب ہے جو عقل سے کام لینے اور علمی تحقیق کرنے پر زور دیتا ہے۔ لہذا ہمارے تمام مسائل کتاب و سنت کی روشنی میں اور علم و عقل کے مطابق ہونی چاہئیں یعنی شریعت اور تہذیب و تمدن میں بجائے تصادم و ٹکراؤ کے تطبیق و مطابقت ہو اور پیش آمدہ مسائل علم و عقل کی روشنی میں ناخن تدبیر سے حل کئے جائیں۔ جس طرح کہ ہمارے اسلاف نے قرون وسطیٰ میں اجتہاد کر کے اس دور کے تہذیبی مسائل حل کئے تھے اور یہ ضرورت آج بھی باقی ہے اور ہمیشہ باقی رہے گی، کیونکہ اسلام ایک کامل و مکمل مذہب ہے جو دین و دنیا، مذہب و سیاست اور شریعت و تمدن میں تفریق کا قائل نہیں۔ غرض اجتہاد کا دروازہ

بعد نہیں بلکہ کھلا ہوا ہے اور بغیر اجتہاد کے کوئی بھی مسئلہ حل نہیں ہو سکتا اور امت بھنور سے باہر نہیں نکل سکتی۔

دوسرے دن کے جلسے : جمعہ ۳ جولائی ۱۹۹۸ء کانفرنس کا دوسرا دن تھا اور اس میں صبح کا ایک ہی سیشن ہو سکا، کیونکہ درمیان میں جمعہ کی نماز کیلئے وقفہ تھا۔ پہلا جلسہ صبح نو بجے تھا جو دس بجے شروع ہوا اور شام کا جلسہ پانچ بجے سے ساڑھے سات بجے تک چلتا رہا۔ ان دونوں اجلاسوں میں مراکش، لبنان، مصر، اردن، فلسطین، کینیڈا، ملیشیا، ایسکو، سوڈان، سینیغال، بوسنیا اور پاکستان کے نمائندوں کے مقالات پیش ہونے تھے، مگر یہ مقالات کل ہی کی طرح پروگرام کے مطابق نہیں ہو رہے تھے یعنی جن لوگوں کے نام پروگرام میں درج تھے ان میں سے بعض لوگ موجود نہیں تھے اور جن کے نام شامل نہیں تھے انہیں موقع دیا جا رہا تھا۔ اس اعتبار سے کچھ افراتفری رہی، نیز آج کی نشست میں مندوبین کی حاضری بھی کل کے مقابلے میں بہت کم رہی اور دیگر مشاہدین بھی نہ ہونے کے برابر تھے۔ اس بنا پر کانفرنس کا رنگ پھیکا پڑ چکا تھا۔ مگر اس کے باوجود علمی مقالات و مباحث اپنی جگہ پر کافی اہم تھے جو اس کانفرنس کی کامیابی کے ضامن ہیں بلکہ یہی مقالات اس کانفرنس کی روح اور اس کی جان ہیں جن میں عصری مسائل و مباحث کو اسلامی نقطہ نظر سے ابھار کر پیش کیا گیا ہے اور اہل علم و فکر کو دعوت بصیرت دی گئی ہے کہ وہ ان مقالات و مباحث کی روشنی میں مزید غور و خوض کر کے جدید مسائل و موضوعات پر اجتہادی نقطہ نظر سے غور کریں۔ چنانچہ کانفرنس کے یہ مقالات سات حصوں میں پلاسٹک کی خوبصورت جلدوں سے مزین کر کے منتخب نمائندوں کو دیے گئے اور خوش قسمتی سے ان مقالات کا ایک سیٹ راقم سطور کو بھی مل گیا۔

ضرورت ہے کہ اردو اور انگریزی زبانوں میں ان مقالات کا ترجمہ کیا جائے کیونکہ عالم اسلام کو جن مسائل اور چیلنجوں کا سامنا ہے وہ مفکرین امت کے سامنے لائے جائیں اور عوام الناس کو بھی ان سے واقف کرایا جائے۔

جمعہ کی نماز : صبح کے جلسے کے بعد اعلان ہوا کہ جمعہ کی نماز ایک قریب ہی کی مسجد میں ادا کی جائے گی۔ اس اعلان سے بہت خوشی ہوئی کہ کل سے کانفرنس کے ماحول میں مسلسل مشغول

رہنے کے بعد اب تھوڑی سی راحت ملے گی اور باہر کا ماحول بھی دیکھنے کو ملے گا۔ نیز یہ کہ شہر قاہرہ میں پہلی بار کسی مسجد میں نماز پڑھنے کی سعادت نصیب ہوگی۔ چنانچہ تمام مندوبین مسرور و شاداں ماریٹ ہوٹل سے باہر نکلے جس کے سامنے دریائے نیل خاموشی اور سکون کے ساتھ بہہ رہا تھا۔ ہوٹل اور دریا کے درمیان ایک کشادہ سڑک تھی جس کے ایک جانب مختلف قسم کے درختوں کی ایک قطار بھی موجود تھی جو کافی خوشنما لگ رہے تھے۔ ہوٹل کے سامنے " مصر للسیاحۃ" یعنی مصر ٹورزم کی لمبی لمبی اور ایرکنڈیشن بسیں معزز مہمانوں کو لے جانے کیلئے تیار کھڑی تھیں اور پورے راستے میں سیکورٹی گارڈز اور نیم فوجی دستے آٹومیٹک رائفلوں سے مسلح ہوکر کھڑے نظر آئے۔ تقریباً ایک فرلانگ کے بعد ایک چھوٹی سی مسجد میں ہم لوگوں کو پہنچایا گیا جو بہت پرانے طرز کی تھی۔ یہاں پر ایک مصری قاری بڑی خوش الحانی کے ساتھ قرآن کی تلاوت کر رہا تھا۔ معلوم ہوا کہ مصر میں جمعہ کی نماز سے پہلے تلاوت قرآن کا عام رواج ہے۔ تقریباً ایک بجے جمعہ کی پہلی اذان ہوئی جس کے بعد سنتوں کیلئے صرف پانچ منٹ کا وقفہ دیا گیا اور لوگ ابھی سنتوں میں مشغول تھے کہ دوسری اذان ہوگئی۔ شیخ الازہر ڈاکٹر سید طنطاوی نے عربی میں بیس منٹ خطبہ دیا جس میں اہل اسلام کو علم کے موضوع پر دعوتی انداز میں چند باتوں کی تلقین کی۔ ٹھیک ڈیڑھ بجے نماز ادا ہوئی۔ یہاں سے پھر ہم کو بسوں کے ذریعہ ہوٹل واپس پہنچایا گیا۔

<u>کھانوں کی بھرمار</u> : یکم جولائی کی رات ہی سے ہوٹل ماریٹ کے ایک مخصوص ہال میں معزز مہمانوں کے لئے کھانے کا شاندار انتظام تھا۔ ایک طرف انواع واقسام کے کھانے تھے اور دوسری طرف ٹیبل کرسیاں لگی ہوئی تھیں۔ مہمانوں کو آزادی تھی کہ وہ خالی پلیٹیں لے کر اپنی پسند کی غذا خود نکال کر کھائیں۔ چنانچہ روٹی (بن ٹائپ کی) اور چاول کے علاوہ کئی قسم کا گوشت، کئی قسم کی مچھلی ، مرغ اور بے شمار کے کھٹ مٹھے مربے، چٹنیاں، مٹھائیاں اور پھل وغیرہ قرینے سے سجائے ہوئے تھے اور یہ تمام چیزیں کم وبیش سو قسم کی تھیں اور ہماری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کونسی چیز منتخب کریں اور کونسی نہیں۔ اور ان چیزوں کے نام بھی ہمیں نہیں معلوم تھے۔ اکثر چیزوں کو زندگی میں پہلی مرتبہ دیکھا گیا۔ اس بناپر اندازہ ہوا کہ مصر میں جو چیزیں کھائی جاتی ہیں وہ دنیا کے کسی ملک میں

شاید ہی کھائی جاتی ہوں گی اور پھر ہر دن نئے نئے ایٹم سامنے آتے تھے۔ بہر حال صرف چار چھ چیزیں منتخب کرنے ہی پر پلیٹ بھر جاتی تھی۔ تینوں وقت کا یہی حال تھا۔ لوگوں کو پانی کے بجائے ٹھنڈے مشروبات پیش کئے جا رہے تھے اور پانی صرف طلب کرنے پر ہی ملتا تھا۔ صبح کے ناشتے میں چائے یا کافی بھی ہوتی تھی اور یہاں کا کپ ہندوستانی کپ کے مقابلے میں تقریباً دوگنا ہوتا تھا۔

دوپہر کا کھانا دریائے نیل میں : جمعہ کے دن یعنی ۳ جولائی کو بعد نماز جمعہ مصری وزیر اوقاف اور مجلس اعلیٰ برائے امور اسلامی کے صدر ڈاکٹر محمود حمدی زقزق کی جانب سے معزز مہمانوں کے اعزاز میں دوپہر کا کھانا دریائے نیل میں رواں دواں ایک بہت ہی شاندار اور ایرکنڈیشن کشتی کے اندر کھلایا گیا۔ یہ کشتی دومنزلہ اور سجی سجائی تھی جو بجائے کشتی کے کسی عمارت کے اندر واقع ایک بہت بڑا ہال معلوم ہو رہی تھی اور یہ ہال تقریباً دوڈھائی سو فٹ لمبا اور پچاس ساٹھ فٹ چوڑا تھا۔ اس کے اندر ٹیبل اور کرسیاں سجی ہوئی تھیں اور مہمانوں کو تھوڑے سے انتظار کے بعد طرح طرح کے اور بعض بالکل نئے کھانے پیش کئے گئے۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ کانفرنس کے مہمانوں کے سامنے مصری کھانوں کی پریڈ کرائی جا رہی ہے یا انواع واقسام کے کھانوں کا ان سے تعارف کرایا جا رہا ہے تاکہ لوگ انہیں بہت دنوں تک یاد رکھیں۔ یہ اور بات ہے کہ کھانا کافی تاخیر سے کھلایا گیا۔

دریائے نیل کی سیر : دریائے نیل میں آج کے کھانے کی ایک انوکھی خصوصیت یہ تھی کہ جیسے ہی کھانا سپلائی ہوا ہمارے کشتی چل پڑی اور تقریباً آٹھ دس میل کا سفر آہستہ خرامی کے ساتھ طے کرانے کے بعد (تقریباً ایک گھنٹے میں) اپنے اصل مقام پر واپس آگئی۔ یعنی ماریٹ کے سامنے۔ اور اس دوران ہم کھانا کھاتے اور باہر کے دلفریب مناظر سے لطف اندوز ہوتے رہے۔ مگر ہمیں تعجب ہو رہا تھا کہ ہماری کشتی کا اپنا رخ تبدیل کئے بغیر ایک ہی رخ پر چلتے ہوئے اسی مقام پر کیسے پہنچ گئی جہاں سے وہ چلی تھی؟ بعد میں قاہرہ شہر کا نقشہ دیکھنے پر یہ راز کھلا کہ دریائے نیل دراصل دو شاخوں میں تقسیم ہے اور ان دونوں شاخوں کے درمیان کا علاقہ ایک جزیرے کی طرح ہے جو "زمالک" کے نام سے موسوم ہے۔ ہم نے دیکھا کہ دریائے نیل کے دونوں کناروں پر بلند وبالا اور عالی شان عمارتیں کھڑی ہیں اور کئی مقامات پر اس جزیرے کو شہر کے دوسرے علاقے سے جوڑنے

والے عظیم الشان پل واقع ہیں، جن پر شہری ٹریفک گزرتی ہے اور کشتیاں پلوں کے نیچے سے ہو کر اپنا راستہ طے کرتے ہیں۔ یہ پورا منظر نہایت ہی حسین و جمیل لگ رہا تھا اور میں سمجھتا ہوں کہ اتنا دلکش نظارہ دنیا کے بہت کم شہروں میں پایا جاتا ہوگا۔

مصر اور بنی اسرائیل: جیسا کہ عرض کیا گیا کشتی پر کھانا کافی تاخیر سے کھلایا گیا اور جب تک کھانا نہیں آیا ہم لوگ مصر اور دریائے نیل کی باتیں کرتے رہے۔ ہمارے ٹیبل پر ہندوستانی وفد کے دوسرے رکن ڈاکٹر طاہر محمود اور لندن کے مولانا ابو سالم عبدالرحیم کے علاوہ کچھ اجنبی لوگ تھے۔ ہم تینوں کے درمیان ادھر ادھر کے موضوعات پر گفتگو شروع ہوئی پھر مصر اور دریائے نیل کا ذکر چھڑ گیا۔ اس پر میں نے بتایا کہ قرآن حکیم کا مصر سے کیا تعلق ہے؟ چنانچہ اسکی نسبت خصوصیت کے ساتھ حضرت یوسفؑ اور حضرت موسیٰؑ سے ہے۔ حضرت موسیٰؑ کی پیدائش کے بعد آپ کی والدہ کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا کہ وہ نومولود بچے کو ایک صندوق میں بند کر کے دریائے (نیل) میں بہا دیں، جیسا کہ قرآن مجید میں مذکور ہے۔ (قصص: ۷) کیونکہ فرعون نجومیوں کی ایک پیش گوئی کی وجہ سے بنی اسرائیل کے نومولود لڑکوں کو قتل کرا دیتا تھا۔ (بقرہ: ۴۹)

پھر اس کے بعد بحث چل پڑی کہ فرعون اور اس کا لشکر کہاں غرق کیا گیا تھا؟ تو میں نے بتایا کہ وہ مقام دریائے نیل نہیں بلکہ محققین کی صراحت کے مطابق بحر احمر تھا، جو دریائے نیل کی مشرقی سمت میں قاہرہ سے نوے میل کی دوری پر واقع ہے اور جس کو عبور کرنے کے بعد سینائی کا علاقہ آتا ہے، جہاں پر کوہ طور واقع ہے۔ اسی مقام پر حضرت موسیٰؑ کو نبوت ملی تھی اور سینائی وہ علاقہ ہے جو مصر اور شام و فلسطین کے درمیان واقع ہے اور "وادی تیہ" بھی اسی میں پڑتی ہے جہاں پر بنی اسرائیل کو ان کی نافرمانی کی سزا کے طور پر چالیس سال تک بھٹکتے رہنا پڑا تھا۔ چنانچہ اس سلسلے کی پوری تفصیلات قرآن حکیم میں مذکور ہیں جو دراصل ہمارے لئے درس عبرت کی حیثیت رکھتی ہیں اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ اور بنی اسرائیل کے واقعات کو عبرت و بصیرت کے طور پر بار بار دہرایا ہے تاکہ مسلمان خدائے تعالیٰ کی نافرمانی اور سرکشی سے باز آئیں۔

ایک یادگار دن: بروز ہفتہ ۴ جولائی ۱۹۹۸ء میرے لئے ایک یادگار دن تھا، جس میں مجھے ایک

بین الاقوامی کانفرنس میں اپنا مقالہ سنانے کی سعادت نصیب ہوئی۔ اگرچہ اس سے پہلے بھی سعودی عرب، دبئی اور پاکستان وغیرہ میں میرے متعدد لیکچرس اور علمی تقریریں ضرور ہو چکی ہیں، لیکن کسی بین الاقوامی کانفرنس میں باقاعدگی کے ساتھ اپنا مقالہ اور وہ بھی عربی میں پیش کرنے کا یہ پہلا موقع تھا۔ میرے مقالے کا عنوان تھا "التقدم والتکنولوجیا ضرورۃ اکیدۃ من منظور اسلامی" یعنی اسلامی نقطہ نظر سے سائنس اور ٹیکنالوجی میں ترقی نہایت ضروری ہے۔ اس مقالے کی تیاری کیلئے راقم سطور کو بہت زیادہ محنت کرنی پڑی تھی۔ چنانچہ میں نے اس میں سائنسی میدان میں ترقی پر ابھارنے والی قرآنی آیتوں سے استدلال کرتے ہوئے قرون وسطیٰ میں مسلمانوں کی اس میدان میں پیش رفت کا حال بیان کیا ہے اور پھر تجرباتی و صنعتی علوم کا تعلق انسانی زندگی سے دکھاتے ہوئے عصر جدید میں مسلمانوں کی پسماندگی کے اسباب و علل پر روشنی ڈالی ہے۔ پھر سائنسی میدان میں پسماندگی کے باعث دینی و دنیوی دونوں حیثیتوں سے پڑنے والے اثرات و نقصانات کا جائزہ لیتے ہوئے اس میدان میں پیش قدمی پر زور دیا ہے۔ کیونکہ اسلام کی نشاۃ ثانیہ کیلئے یہ اقدام بہت ضروری ہے۔ آخر میں عالم اسلام کے اتحاد کی دعوت دیتے ہوئے یہ حقیقت ذہن نشین کرانے کی کوشش کی ہے کہ عالم اسلام کو بڑی طاقتوں کے چنگل سے نکلنے کے لئے اسے اپنے پیروں پر کھڑا ہونا پڑے گا۔ اور اس کیلئے جدید صنعتوں اور خاص کر پٹرولیم کی صنعتوں (پیٹرو کمیکلس) کا قیام ضروری ہے تاکہ اس میدان میں بڑی طاقتوں کی اجارہ داری کو ختم کیا جا سکے اور یہ کام عالم اسلام کے اتحاد کے بغیر ممکن نہیں ہو سکتا۔ آج پٹرول اور پٹرولیم کی مصنوعات جدید صنعت و اقتصادیات کی دنیا میں شہ رگ کی حیثیت رکھتی ہیں اور اس وقت اسلامی ممالک دنیا کے دو تہائی پٹرولیم ذخائر کے مالک ہیں جن کو مغربی ممالک دونوں ہاتھوں سے لوٹ رہے ہیں۔ بہر حال اس مقالے میں میں نے قرآن اور سائنس کے سلسلے میں اپنے چالیس سالہ مطالعہ کا نچوڑ پیش کرتے ہوئے صنعتی و تجرباتی علوم کا تعلق قرآن حکیم سے دکھانے کی کوشش کی ہے۔ یہ بحث دینی و دنیوی دونوں حیثیتوں سے نہایت درجہ اہم اور فکر انگیز ہے۔ انشاء اللہ اس مقالے کا اردو اور انگریزی ترجمہ عنقریب علمی دنیا کے سامنے پیش کیا جائے گا۔ آج صبح اور شام کی نشستوں میں جرمن، یمن، مصر، متحدہ عرب

امارات، کویت، عراق، اردن، یوگنڈہ، سوئٹزرلینڈ، فلسطین، موزنبیق، برطانیہ، اسپین، کوسوا، الجزائر اور امریکہ کے نمائندوں نے حصہ لیا اور اپنے خیالات پیش کئے۔ ان سب کی تفصیل کے لئے ایک دفتر چاہیئے۔

میرے مقالے کی اہمیت: جیسا کہ تفصیل گزر چکی اس کانفرنس میں بحث و مباحثہ کے لئے چار بڑے موضوعات مقرر تھے، جن میں سے چوتھا موضوع "سائنسی ترقی کے میدان میں اسلام کا عالمی موقف" تھا۔ یعنی سائنسی میدان میں اسلام کی بین الاقوامی ہدایات کیا ہیں؟ اور اس موضوع پر چار ذیلی عنوانات تھے۔ مگر پورے عالم اسلام بلکہ پوری دنیا میں اس موضوع پر لکھنے والے صرف دو ہی نکلے: ایک راقم سطور اور دوسرے فلسطین کے ڈاکٹر احمد صدقی دجانی، جن کے مقالے کا عنوان تھا" الاسلام والتقدم العلمی فی عصر العولمة" یعنی اسلام اور سائنسی ترقی عالمیت کے دور میں۔ مگر ثانی الذکر کانفرنس میں حاضر نہیں تھے۔ اس لئے اس موضوع پر کانفرنس میں پیش کیا جانے والا میرا واحد مقالہ تھا اور پھر کانفرنس کے منتظمین نے مواد کے لحاظ سے میرے مقالے کو زیادہ اہمیت دیتے ہوئے اسے اول نمبر پر شائع کیا تھا۔ فالحمد للہ علی ذلک۔ بہر حال بندہ اپنی اس کامیابی پر شاداں و فرحاں رہا کہ جو کچھ بھی ہوا وہ محض توفیق ایزدی کے باعث ہوا۔ (جاری ہے

بقیہ صفحہ ۴۳ سے

چند پابندیوں کو اختلاف کا جواز نہ بنائیں نہ بنیادی انسانی حقوق کے خوش کن نعروں میں ان کے لئے راہ نجات تلاش کریں اور نہ یہ نعرہ بلند کرنے والے ان ملکوں کی ہاں میں ہاں ملائیں جن کا بنیادی حقوق کا اپنا ریکارڈ کچھ زیادہ مثالی نہیں۔ بنیادی انسانی حقوق کے دلفریب نعروں نے مغرب کی اپنی خاندانی زندگی تہہ وبالا کر کے رکھ دی ہے۔

طالبان اس وقت انقلابی تبدیلیوں کے عبوری دور سے گزر رہے ہیں۔ وہ راسخ العقیدہ مسلمان ہیں اور نیک و بد کا شدید احساس رکھتے ہیں۔ انہیں سنبھلنے کا وقت دیجئے مابعد انقلاب ملک آلام و مصائب کے جن دریاؤں سے گزرتے ہیں اس کو عبور کرنے میں سالوں لگ جاتے ہیں۔ اس میں ان کی مدد کریں۔ یہ ہماری اپنی بقا کے لئے بھی ضروری ہے۔

(آبادی کے اعداد و شمار کیلئے لفٹیننٹ جنرل کمال متین الدین کی انگریزی کتاب "ہندو کش میں اقتدار کی کش مکش" (افغانستان ۱۹۹۱-۱۹۷۸ء) صفحہ ۱۶ اور ۱۷ سے استفادہ کیا گیا)۔

جناب قاضی محمد طارق محمود صاحب

آداب تلاوت قرآن مجید

قرآن مجید ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔ اسلامی تعلیمات کا سرچشمہ، اسلامی قانون کا ماخذ، مختصر مگر جامع اور روحانی فیوض وبرکات کا منبع ومخزن ہے۔ بقول علامہ شاطبی کے " قرآن مختصر ہونے کے باوجود جامع ہے اور یہ جامعیت اس وقت ہوسکتی ہے جبکہ اس میں کلیات بیان ہوئے ہوں۔
(الموافقات جلد سوئم صفحہ نمبر ۳۶۷)

قرآن کلام اللہ ہے یہ کتاب ہر قسم کے شک وشبہ سے بالاتر ہے۔ " ذلک الکتب لاریب فیہ " قرآن نسخہ کیمیا ہے جو انسانوں کی مادی روحانی امراض کا مداوا کرتا ہے۔ ابن رشد کے بیان کے مطابق قرآن پاک بیک وقت کتاب عقائد بھی ہے اور مجموعہ قوانین بھی۔ نیز کوئی دوسری آسمانی کتاب اس وصف میں قرآن مجید کی سہیم وشریک نہیں ہوسکتی۔ (تاریخ فقہ اسلامی صفحہ ۲۰ محمد یوسف موسیٰ)

یہ تمام اسلامی کتب سے افضل وبرتر کتاب ہے دنیا بھر کی الہامی اور مقدس کتابوں میں یہ شرف اور امتیاز صرف قرآن پاک کو ہی حاصل ہے کہ وہ زندگی کے ہر شعبہ میں بنی نوع انسان کی رہنمائی و رہبری کرتا اور اسے سیدھا راستہ دکھاتا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ان هذا القرآن يهدي للتي هي اقوم

ترجمہ:- (بلاشبہ یہ قرآن ایسے طریقے کی ہدایت کرتا ہے جو بالکل سیدھا ہے۔ (یعنی اسلام) جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات ابدی ہے اس کا کلام بھی ابدی ہے، جس طرح ذات باری تعالیٰ بے مثل وبے مثال ہے۔ "ولیس کمثلہ شیئ" اس کا کلام بھی بے مثل وبے مثال ہے۔ اسی طرح یہ وہ بے مثل منفرد الہامی کتاب ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریمؐ پر بذریعہ وحی انسانوں کی رشد وھدایت کیلئے عربی زبان میں نازل فرمائی۔ (سورۃ یوسف آیت نمبر ۲) میں ہے ارشاد ہوتا ہے:" انا انزلنہ قرءٰنا عربیاً لعلکم تعقلون " ترجمہ:- (ھم نے اس کو اتارہ ہے قرآن عربی (زبان کا) تاکہ تم سمجھو"

مختلف ادوار میں قرآن پاک سے پہلے جتنے بھی آسمانی صحائف بنی نوع انسان کی ہدایت کے لئے انبیاء کرامؑ پر نازل ہوئے وہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ تغیروتبدل (یعنی تحریف) کا شکار ہوگئے

یہ صرف قرآن پاک کی ہی عظمت ہے کہ اس کی حفاظت کا ذمہ خود اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لئے ہوئے ہے۔ (سورۃ الحجر آیت نمبر ۹ میں ارشاد الہیٰ ہے)۔" انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحفظون"

ترجمہ۔ بے شک ہم نے ہی ذکر (یعنی قرآن پاک) کو نازل کیا اور بے شک ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں"۔ محمد رسول اللہ ؐ چونکہ آخری نبی ہیں آپ پر جو کتاب (قرآن پاک) نازل ہوئی وہ بھی واحد محفوظ الہامی آخری کتاب ہے جو ہر لحاظ سے مکمل اور جامع ہے۔ قرآن کا ادب اسلامی شعائر کا جز ہے اور ان شعائر کا تعلق چونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات سے ہے اس لئے ان کا ادب اور احترام امت کے لئے واجب التعظیم ہے جیسے مسجد میں جنابت کی حالت میں جانا منع ہے۔ خانہ کعبہ کی طرف منہ کرکے پیشاب کرنا خلاف ادب ہے۔ قرآن مجید کو بغیر طہارت ہاتھ لگانے کی اجازت نہیں وغیرہ وغیرہ۔

امام غزالی اپنی شہرہ آفاق تصنیف "کیمیائے سعادت" (صفحہ نمبر ۲۵۸) میں لکھتے ہیں کہ جاننا چاہیئے کہ قرآن کی تلاوت تمام عبادات میں سے افضل ترین درجہ رکھتی ہے اور رسول اللہ نے فرمایا "میری امت کی افضل ترین عبادت قرآن پڑھنا ہے" قرآن کی تلاوت کے کچھ ظاہری اور کچھ باطنی آداب ہیں تلاوت کے دوران درج ذیل آداب کا خیال رکھنا چاہیئے۔

۱۔ طہارت و پاکیزگی اور قبلہ رخ ہونا:- اول یہ کہ تلاوت قرآن مجید کرنے سے قبل وضوو طہارت کرے۔ بغیر وضو قرآن کو چھونے سے پرہیز کرے اور عجز وانکساری سے قبلہ رو ہوکر ہر دو زانوں اس طرح بیٹھے جیسا کہ نماز میں بیٹھتے ہیں۔ گردن جھکا کر نہایت سکون وتوجہ کے ساتھ پاک صاف جگہ پر حضوری قلب کے ساتھ پوری یکسوئی سے تلاوت کریں۔

حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ جو شخص نماز میں کھڑے ہوکر قرآن پڑھتا ہے اس کے لئے ہر حرف کے بدلے میں سو نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور اگر بیٹھ کر پڑھے تو فی حرف پچاس نیکیاں اور اگر نماز کے بعد طہارت کے ساتھ تلاوت کرے تو فی حرف پچیس نیکیاں اس کے حساب میں لکھ دی جاتی ہیں اور اگر بغیر وضو کے تلاوت کرے تو دس نیکیوں سے زیادہ نہیں لکھتے اور رات کو نماز میں پڑھا جائے اس کو فضیلت زیادہ ہوتی ہے کیوں کہ اس وقت دل ودماغ دنیاوی مشاغل امور ومعاملات سے فارغ ہوتا ہے

۲۔ تعوذ و تسمیہ:- تلاوت شروع کرنے سے پہلے تعوذ وتسمیہ پڑھ لینا چاہیئے۔ (یعنی اعوذباللہ من الشیطن الرجیم اور بسم اللہ الرحمن الرحیم، سورۃ النحل آیت ۹۸ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: "فاذا قرات القرآن فاستعذ باللہ من الشیطن الرجیم (تو جب تم قرآن پڑھو تو اللہ کی پناہ مانگو شیطان مردود سے)۔

۳۔ خوش الحانی :- قرآن مجید کو خوش الحانی سے پڑھنے کی کوشش کرنی چاہئیے کیونکہ یہ سنت رسولؐ ہے کہ قرآن کو اچھی آواز سے پڑھا جائے لیکن قرآن کے کلمات و حروف کو گانے کی طرز پر ترنم کے ساتھ پڑھنا مکروہ ہے۔ حضور اکرمؐ کا ارشاد ہے کہ "قرآن کو خوش آوازی سے آراستہ کرو" اور جب حضور اکرمؐ نے حضرت ابو حذیفہؓ کو بہ آواز خوش قرآن پڑھتے دیکھا تو فرمایا کہ "شکر ہے اللہ تعالیٰ کا جس نے میری امت میں اس قسم کے لوگ پیدا کئے ہیں"۔

۴۔ تجوید و ترتیل :- ارشاد باری تعالیٰ ہے: "ورتل القرآن ترتیلا" (یعنی قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کریں)۔ حروف کو نمایاں واضح، صاف صاف کر کے عمدہ طریقے سے ٹھہر ٹھہر کر پڑھنے کو ترتیل کہتے ہیں۔ جامع ترمذی میں ہے کہ رسول اکرمؐ کی قرات ایسے ہوتی تھی کہ آپؐ کا ایک ایک لفظ واضح اور جدا ہوتا تھا۔ ایک دوسری حدیث میں آپؐ کا ارشاد ہے "قرآن پڑھنے والے سے قیامت کے روز کہا جائے گا۔ جس ٹھہراؤ اور خوش الحانی کے ساتھ تم دنیا میں بنا سنوار کر قرآن پڑھا کرتے تھے اس طرح قرآن پڑھو اور ہر آیات کے صلہ میں ایک درجہ بلند ہوتے جاؤ تمہارا ٹھکانہ تمھاری تلاوت کی آخری آیت کے قریب ہے۔ (ترمذی)۔ حضرت عائشہؓ اگر کسی کو قرآن مجید جلدی پڑھتا ہوا دیکھتی تھیں تو فرماتی تھیں کہ یہ شخص نہ تو خاموش ہے اور نہ قرآن پڑھتا ہے۔ لہذا تجوید و ترتیل کو ملحوظ رکھتے ہوئے آہستہ آہستہ قرآن کی تلاوت کرنی چاہئیے۔

۵۔ جہر و اخفاء :- قرآن کی تلاوت درمیانی آواز میں کی جائے اللہ کی ہدایت بھی یہی ہے "اور اپنی نماز میں نہ تو زیادہ زور سے پڑھے اور نہ ہی **بالکل دھیمے دھیمے**، دونوں کے درمیان کا طریقہ اختیار کیجئے۔ اس آیت سے واضح ہوتا ہے کہ تلاوت زیادہ اونچی آواز سے نہ کی جائے تاکہ کام کاج میں مصروف لوگ Distrub نہ ہوں بہتر یہی ہے کہ قرآن بلند آواز سے نہ پڑھا جائے بلکہ آہستہ آواز سے پڑھا جائے تاکہ سننے والے پر واجب نہ ہو اور اس کی بے ادبی کا سبب نہ بنے۔ ابوداؤد کی حدیث میں ہے کہ "حضورؐ نے مسجد میں اونچی آواز سے تلاوت کرنے والوں کو سختی سے ممانعت فرمائی ہے اور فرمایا کہ دوسروں کو ہرگز ایذا نہ پہنچاؤ"۔

۶۔ قرآن دیکھ کر پڑھنا زیادہ افضل ہے یا کہ زبانی :- قرآن کا دیکھ کر پڑھنا باجماع اُمت زبانی پڑھنے سے زیادہ اجر و ثواب رکھتا ہے اس لئے کہ الفاظ قرآن کو دیکھنا بھی ثواب ہے۔ بیہقی فی شعب الایمان میں ہے کہ قرآن کا زبانی پڑھنا ہزار درجہ ثواب رکھتا ہے اور دیکھ کر پڑھنا دو ہزار تک بڑھ جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ حضرت عثمان غنیؓ باوجود حافظ قرآن ہونے کے دیکھ کر تلاوت کیا کرتے تھے اور اکثر صحابہ کرامؓ کا یہی معمول تھا۔

۷ ۔ **فہم وتدبر** :- حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ اس تلاوت سے کیا فائدہ جس سے سمجھنے سے واسطہ نہ ہو قرآن مجید کا حق یہ بھی ہے کہ اسے سمجھا جائے اور غوروفکر کیا جائے ۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے :

(کتاب انزلناہ الیک مبارک لیدبروا آیاتہ ۔ (سورۃ ص آیت نمبر ۲۹) ۔ " یہ کتاب ہے جیسے ہم نے آپ پر اتارہ بابرکت کتاب ہے تاکہ لوگ اس کی آیات پر تدبیر کریں ۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرمایا کرتے تھے کہ میں " القارعہ " اور " القدر " جیسی چھوٹی چھوٹی سورتوں کو سوچ سمجھ کر پڑھنا اس سے زیادہ بہتر سمجھتا ہوں کہ بقرہ اور آل عمران جیسی بڑی صورتیں فرفر پڑھ جاؤں اور کچھ نہ سمجھوں"۔ بہرحال قرآن مجید کی تلاوت خواہ معنی سمجھ کر یا بغیر سمجھے کی جائے ہرحال میں ثواب ہے ۔

۸ ۔ **حضورقلب** :- کتاب اللہ کا احترام ملحوظ رکھتے ہوئے نہایت ہی عجزوانکساری حضورقلب اور پوری یکسوی ودھیان سے قرآن پاک کی تلاوت کریں اور یہ تصور کریں کہ اللہ وحدہ لاشریک جو سمیع وبصیر ہے اس کا پاک بابرکت کلام تلاوت کررہا ہوں اور حتی الوسیع قلب کو گندے، حیوانی ، باطنی افکارو خیالات ، برے جذبات و احساسات سے پاک کریں ۔

۹ ۔ **طلب ہدایت اور حسن عمل نیت** :- قرآن واحد الہامی کتاب ہے جو بنی نوع انسان کو زندگی کے ہر شعبہ میں رہنمائی ورہبری فراہم کرتا ہے ۔ قرآن کی تلاوت طلب ہدایت کے لئے کریں چونکہ یہ مکمل ضابطہ حیات اور دستورالعمل ہے لہذا اس کی ہدایت اور احکام کے مطابق اپنی زندگی کوڈھالیئے ۔ اور نیت صرف رضائے الہیٰ کا حصول ہو ۔

۱۰ ۔ **رونے کی کوشش کریں** :- رسول کریمؐ فرماتے ہیں کہ قرآن پڑھیں اور روئیں یہاں تک، کہ اگر آنسو خود بخود جاری نہ ہوں تو کوشش کے ساتھ آنسو بہانے چاہئیے ۔ حضوراکرمؐ کا ارشاد ہے، کہ قرآن غم کے لئے نازل ہوا ہے پس جب پڑھو تو اپنے آپ کو غمگین بناؤ اور یاد رکھو کہ جو شخص بوقت تلاوت قرآن کے وعدو عہد اور احکام میں غور کرتا ہے اور اپنی عاجزی وانکساری وبےچارگی پر نظر ڈالتا ہے تو لامحالہ اسے غمگین ہونا ہی پڑھتا ہے اگر غفلت نے اسے بالکل مغلوب نہ کررکھا ہو"

۱۱ ۔ **اعراب ورموز واوقاف** :- قرآن کی صحیح تلاوت کے لئے رموزواوقاف کا جاننا ازبس ضروری ہے کہ کہاں رک جانا ہے اور کہاں نہیں رکنا ۔ اس طرح اعراب زیروزبر پیش کی احتیاط بھی ضروری ہے ورنہ معنی بدل جانے کا خدشہ ہوتا ہے ۔

۱۲ ۔ **آیات رحمت پر دعا اور آیت غذاب پر استغفار** :- تلاوت کے دوران قرآن کی آیات سے اثر لیں رسول اللہ جب کسی ایت عذاب پر پہنچتے تو اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگتے اور جب کسی آیت رحمت پر پہنچتے تو اللہ سے رحمت کے طالب ہوتے ۔ جب جنت کی نعمتوں کا تذکرہ پڑھیں تو

خوش ہوں اور دوزخ کے عذاب عظیم کا ذکر ہو تو بدن کانپنے لگے، آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ جب آیات بشارت تلاوت کریں تو خوش ہوں اور رب کریم کا شکر بجا لائیں اور جب آیات غیض وغضب پڑھے تو کانپ اٹھے اور اللہ کی پناہ مانگیں۔

۱۳۔ **مقدار وقت تلاوت** :- قرآن کی تلاوت کو روزانہ معمول بنائیں اور جب بھی تلاوت کے لئے وقت اور موقع ملے اس کا مطالعہ کریں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "یتلون آیات اللہ انالیل"

ترجمہ:۔ جو اللہ کی آیات کی تلاوت راتوں کے وقت کرتے ہیں صبح کا وقت تلاوت کیلئے خصوصی طور پر زیادہ بابرکت ہے۔ قرآن میں ہے: "ان القرآن الفجر کان مشھودا" (بے شک صبح کی تلاوت میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں)۔ایک حدیث میں آیا ہے کہ رسول کریمؐ تین راتوں سے کم مدت میں قرآن کے ختم کرنے کو پسند نہیں فرماتے تھے۔ امام سیوطی کے بقول جمہور علماء نے تین دن سے کم ختم قرآن کو مکروہ کہا ہے۔ صحیح بخاری و مسلم میں ہے کہ رسول اکرمؐ نے حضرت عبداللہ بن عمر بن العاص سے فرمایا کہ تم ایک ماہ میں قرآن ختم کیا کرو۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھ میں اس سے زیادہ قوت ہے۔آپ نے ارشاد فرمایا تو دس دن میں ختم کرلیا کرو۔ میں نے عرض کیا مجھ میں اس سے بھی زیادہ قوت ہے آپ نے فرمایا تو پھر سات دن میں ختم کرلیا کرو۔ صحابہ کرام، تابعین اور محدثین عظام علماء کرام کا یہی معمول رہا ہے کہ وہ سات دن میں قرآن ختم کیا کرتے تھے اور یہی افضل ہے۔

۱۴۔ **سجدہ تلاوت** :- تلاوت کا ایک ادب یہ ہے کہ جب آیات سجدہ آئے تو پہلے تکبیر (اللہ اکبر) کہے اور پھر سجدہ میں جائے اور دوسری تکبیر سجدے سے سر اٹھائے ہوئے کہے سجدہ تلاوت میں نہ تشہد و سلام ہے بلکہ صرف تکبیر اور سجدہ ہے۔

۱۵۔ **دوران تلاوت بات چیت کرنا** :- قرآن کی تلاوت کے دوران حتی الوسع گفتگو سے اجتناب کرنا چاہئیے کہ یہ آداب کے خلاف ہے اگر دوران تلاوت میں کوئی ضروری بات چیت کرنی پڑجائے تو قرآن پاک بند کرلیں اور گفتگو کرنے کے بعد دوبارہ تعوذ و تسمیہ پڑھکر تلاوت شروع کریں۔

۱۶۔ **تین حالتوں میں قرآن کی تلاوت نہیں کرنی چاہئیے** :- ایک پیشاب و پاخانہ کرتے وقت، دوسرا غسل کرتے وقت، تیسرا جہاں شوروغل اور موسیقی وغیرہ کی آواز آرہی ہو تاکہ قرآن کی آواز پر غیرقرآنی آواز غالب نہ آجائے۔

۱۷۔ **تلاوت کے بعد دعا فرمائیے** :- قرآن کی تلاوت کے آخر میں یہ کلمات پڑھے: "صدق اللہ لعظیم وصدق الرسول الکریم ونحن علی ذلک من الشاھدین والشاکرین والحمدللہ رب العالمین" اور پھر تلاوت کے بعد اول وآخر درود شریف پڑھ کر دعا فرمائیے۔

حافظ فضل غفور، منتظم دارالعلوم حقانیہ

دارالعلوم حقانیہ کی تقریب دستاربندی کا آنکھوں دیکھا حال
حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ اور افغان وزیر
مولانا مسلم حقانی وغیرہ کے خطابات

دارالعلوم حقانیہ کی سالانہ ترپنویں (۵۳) دستاربندی بڑے جوش وجذبے کیساتھ ۱۹ نومبر بروز جمعرات کو منعقد ہوئی۔ دستاربندی کیلئے مدرسہ کی جانب سے نہ تو کوئی اشتہار چھپتا ہے اور نہ کوئی اور ذریعہ شہرت لیکن مادر علمی کیساتھ علماء وطلباء بالخصوص عوام کی محبت واخلاص کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ دستاربندی سے ایک دن قبل عصر کو دارالعلوم میں لوگوں کا ایک سیلاب امڈ آیا اور دارالعلوم اپنی کشادگی کے باوجود اپنی تنگ دامنی پر شکوہ کناں تھا۔ ۱۹ نومبر کا دن دارالعلوم کے فضلاء کیلئے خوشی کیساتھ ساتھ غم کا دن نظر آرہا تھا۔ ایک تو اساتذہ اور مادر علمی سے فراق اور دوسرا عملی میدان میں باطل کے مقابلے کیلئے نکلنا اور لادینی قوتوں کے خلاف سینہ سپر ہونا۔ لیکن دارالعلوم کے فضلاء کو اللہ تعالیٰ نے ہر شعبہ میں مقبولیت سے نوازا ہے اور ہر میدان میں انکے کارنامے روزروشن کی طرح عیاں ہیں۔ دارالعلوم کی جامع مسجد کے سامنے وسیع صحن میں انتظامیہ کی جانب سے سٹیج کا انتظام کیا گیا تھا اور یہ کام دارالعلوم کے شعبہ حفظ کے طلباء اور اساتذہ نے بطریق احسن سرانجام دیا۔ سٹیج کی تکمیل کے علاوہ دارالعلوم کے فضلاء اور ان کے مہمانوں کیلئے سٹیج کے سامنے الگ جگہ کا انتظام کیا گیا تھا۔ دستاربندی کی رات دارالعلوم میں ایک عجیب منظر اور پرنور سماں تھا۔ علماء وطلباء کے اس عظیم نورانی اجتماع پر گویا آسمان سے انوار کا نزول محسوس ہورہا تھا۔ علی الصباح دارالعلوم کے چاروں اطراف سے لوگوں اور گاڑیوں کا ایک تانتا بن گیا تھا اور عوام کی ایک بہت بڑی تعداد مادر علمی کیطرف رواں دواں تھی۔ حاضرین کی صحیح تعداد کا اندازہ لگانا مشکل ہے لیکن دستاربندی کے دوران تاحد نگاہ سرہی سر نظر آرہے تھے۔ گاڑیوں کی کثرت کیوجہ سے تقریباً روڈ کے دونوں اطراف میں ایک کلومیٹر تک گاڑیاں ہی گاڑیاں نظر آرہی تھیں۔ ایسے دینی جلسوں

اور جم غفیر میں شر پسند عناصر کیطرف سے خطرہ کا احتمال بھی زیادہ ہوتا ہے اور خاص کر موجودہ حکومت تو مدارس عربیہ کے خلاف درپے آزار ہے اور ان مدارس پر امریکہ کے ایماپر دہشت گردی جیسا گھناونا الزام عائد کرتے ہیں۔ تو اس قسم کے خطرات سے نمٹنے کیلئے دارالعلوم کی حساس جگہوں پر دارالعلوم کے طلبہ نے سیکورٹی کے انتظامات سنبھال لیے تھے۔ چار مسلح طلبہ سٹیج پر کھڑے تھے۔ اسکے علاوہ دارالعلوم کے مین گیٹوں اور اونچے مقامات پر بھی دارالعلوم کے چاق وچوبند طلبہ نے سیکورٹی کے فرائض انجام دیے۔ اور اللہ کے فضل وکرم سے اور اساتذہ کی خصوصی دعاؤں سے دستاربندی کی یہ بڑی تقریب ہر قسم کے شر پسند عناصر کے شر سے محفوظ رہی۔

دستاربندی میں لوگوں کے ایک جم غفیر کے علاوہ امارت اسلامی افغانستان کے علماء کے ایک بڑے سرکاری وفد نے بھی شرکت فرمائی جو حضرت مولانا مسلم حقانی وزیر حج واوقاف کی سربراہی میں آیا تھا۔ دستاربندی میں لوگوں کے ایک جم غفیر کے علاوہ امارت اسلامی افغانستان کے علماء کے ایک بڑے سرکاری وفد نے بھی شرکت فرمائی جو حضرت مولانا مسلم حقانی وزیر حج واوقاف کی سربراہی میں آیا تھا۔ وفد میں وزیر صحت ملا محمد عباس، وزیر پلان مولانا قاری دین محمد، جناب قاضی حبیب اللہ فرسٹ سیکرٹری سفارتخانہ اسلام آباد، نمائندہ بلوچستان مولانا قدرت اللہ، نمائندہ صوبہ سندھ مولانا فضل محمد حقانی، نمائندہ سرحد مولانا عبدالقدیر حقانی، کونسلر صوبہ سرحد مولانا نجیب اللہ شامل تھے۔ اس سال دورہ حدیث میں تحریک طالبان کے دو صوبائی وزراء جناب مولانا حبیب اللہ اور جناب مولانا محمد انور صاحب باقاعدہ طالب علم کے حیثیت سے شامل رہے۔ تقریب میں افغانستان کے ایک سابق اور معروف جہادی کمانڈر حرکت انقلاب اسلامی کے سربراہ مولوی محمد نبی محمدی مدظلہ نے بھی خصوصی شرکت کی۔ افغان علماء کے علاوہ پاکستان کے دور دراز علاقوں سے جیّد علماء ومشائخ نے بھی دارالعلوم کے دستاربندی میں شرکت کو اپنے لیے باعث فخر سمجھا بالخصوص دارالعلوم حقانیہ کے مفتی اعظم، محدث کبیر شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد فرید مدظلہ العالی نے بیماری کے باوجود اپنی آمد سے مجلس کو چار چاند لگادیئے۔ اسکے علاوہ پریس اور ارباب صحافت اور متعدد روزناموں کے ایڈیٹروں نے بھی جلسہ میں شرکت کی۔

جسمیں روزنامہ "اوصاف" کے ایڈیٹر جناب حامد میر صاحب اور پشتو روزنامہ "وحدت" کے ایڈیٹر جناب پیر سفید شاہ قابل ذکر ہیں۔ دستاربندی کے آغاز کیلئے جامعہ کیطرف سے ظہر ایک بجے کا وقت مقرر کیا گیا تھا، لہذا تمام حاضرین طعام و نماز سے فراغت کے بعد جلسہ گاہ تشریف لائے۔ جلسہ کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ تلاوت کلام کے بعد نائب مہتمم حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ نے اپنی استقبالیہ خطاب میں معزز مہمانوں کا شکریہ ادا کیا۔ ختم بخاری کیلئے دارالعلوم کے مہتمم حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ العالی جب سٹیج پر رونق افروز ہوئے تو تمام سامعین جلسہ اور طلباء کرام نے احتراماً کھڑے ہو کر انکا استقبال کیا۔ اور بخاری شریف کے آخری حدیث "کلمتان حبیبتان" الخ کی دلنشیں علمی، تحقیقی اور موجودہ دور کے تقاضوں کے مطابق تشریح فرمائی اور فضلاء طلبہ کرام کو مفید ہدایتیں دیکر انکی ترقی کیلئے بارگاہ ایزدی میں دعا کی۔ آپ نے ملکی اور خصوصاً افغانستان اور عالم اسلام کے سیاسی حالات پر بھی تفصیلی اظہار خیال فرمایا۔ قارئین الحق کے استفادہ کیلئے آپکی تقریر کی تلخیص پیش کی جارہی ہے۔

جلسہ سے حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کا خطاب

آج عالم اسلام پر دشمنوں کے مسلط کردہ استعماری اور سامراجی نظام دم توڑ رہے ہیں اور پورے عالم اسلام میں غیروں کے شکنجوں کو توڑنے کی لہریں اٹھ رہی ہیں اور ملت مسلمہ کو اسلام دشمنوں سے فیصلہ کن معرکہ درپیش ہے ایسے حالات میں افغانستان میں قائم ہونے والا اسلامی نظام دنیائے کفر کا نشانہ بنا ہوا ہے اور پوری ملت اور اسلامی دنیا کا فرض ہے کہ اس کی حفاظت و دفاع کیلئے اٹھ کھڑی ہو کیونکہ یہ مسئلہ طالبان کی حمایت اور مخالفت کا نہیں بلکہ اس مقدس نظام کا ہے جسے دشمن ایک لمحہ برداشت نہیں کر سکتا۔ آج عالم اسلام اور پاکستان اسلامی انقلاب کے طرف بڑھ رہا ہے، نام نہاد جمہوری اور لادینی سیاست دم توڑ چکی ہے، سوشلزم اور کمیونزم کے منافقانہ لبادے چاک ہو چکے ہیں اور مروجہ پارلیمانی راستے اصل منزل سے مسلمانوں کو دور کرتے جارہے ہیں ایسے حالات میں دینی قوتوں نے آگے بڑھکر یہ خلاء پُر کرنا ہے۔ علماء اور دینی طبقوں کو باطل سے چومکھی جنگ لڑنے کے لئے تیار رہنا چاہیئے۔ میری افغانستان میں برسر اقتدار طالبان سے درخواست ہے

کہ آپ صدیوں بعد قائم کیے جانے والے اسلامی نظام اور ملک کو ایک مثالی فلاحی ریاست بنانے کے بہت نازک تجربہ سے گزر رہے ہیں اور گویا کہ یہ پل صراط پر گزرنا ہے اس کے لیے آپ کو ہر قدم پھونک پھونک کر اٹھنا ہوگا اور انتہائی توازن، میانہ روی، اعتدال اور حضور ﷺ کے اختیار کردہ حکمت عملی سے کام لینا ہوگا ورنہ آپکی معمولی غلطی کا خمیازہ صدیوں تک اسلامی دنیا کو بھگتنا پڑے گا۔ یہاں پاکستان کا اسلامی تشخص اور دینی اقدار مدارس دینیہ کے دم خم سے زندہ ہے۔ پاکستان کے نظریاتی تشخص کیلئے یہ مدارس ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ دینی حمیت اور جہاد کی سپرٹ ان مدارس میں پڑھائے جانے والے علوم کی وجہ سے باقی ہے اس لئے امریکہ، یورپ اور غیر مسلم اقوام مدارس کے اس نظام کو تہ وبالا کرنا چاہتے ہیں اور پاکستان میں اسلامی انقلاب کو برداشت نہ کرنے والی قوتیں ان کی آلہ کار بن رہی ہے اس کیلئے پوری قوم کو اس کی پشت پناہی کرنی ہوگی۔ پاکستان میں شریعت کے نفاذ کی باتیں ایک عظیم اسلامی انقلاب کا راستہ روکنے کیلئے کی جارہی ہیں۔ حکمران جبتک امریکہ کی غلامی کی بیڑیاں توڑ کر آزادی کی راہ اختیار نہیں کریں گے یہاں ان کے ہاتھوں شریعت کا نفاذ امر محال ہے۔ مولانا سمیع الحق نے کہا کہ دارالعلوم حقانیہ اور اس جیسے بڑے مدارس خالص مسلمانوں کے امداد پر چل رہے ہیں کسی بھی بیرونی قوتوں اور حکومتوں کی یا پاکستان گورنمنٹ کا اس کے ساتھ ایک پائی امداد بھی نہیں ہے ایسے تمام پروپیگنڈے ان اداروں کے عظیم کردار کو مسخ کرنے کیلئے کئے جارہے ہیں۔ اجلاس سے متعدد افغان لیڈروں، تحریک طالبان کے رہنماؤں اور پاکستان کے چند علماء نے بھی خطاب کیا آخر میں پوری ملت اور عالم اسلام کی کامیابی کیلئے دعائیں کی گئیں۔ ختم بخاری شریف کے بعد تقاریر کے سلسلے میں سب سے پہلے مقرر افغانستان کے جید عالم اور دارالعلوم حقانیہ کے قابل فخر فاضل مولانا محمد مسلم حقانی تھے۔ آپ نے اپنے فاضلانہ خطاب میں اس صدی کی عظیم تحریک "تحریک طالبان" پر تفصیلی روشنی ڈالی اور فارغ التحصیل ہونے والے طلبہ کو بیرونی کفریہ طاقتوں کے چالوں سے آگاہ کیا۔ مولانا مسلم حقانی کا مجاہدانہ خطاب یہاں پر پیش کیا جارہا ہے۔

افغان وزیر مولانا محمد مسلم حقانی فاضل دارالعلوم حقانیہ کا خطاب

آج دریائے آمو کے کناروں پر اسلام نافذ ہے اور یہ دارالعلوم حقانیہ کی برکت ہے

خطبۂ مسنونہ کے بعد قال اللہ تعالیٰ ان تنصر اللہ ینصر کم۔ صدق اللہ العظیم۔

اس مبارک علمی محفل میں تمام اساتذہ کرام کی موجودگی میں میرا تقریر کرنا تو بے ادبی ہے لیکن دارالعلوم حقانیہ کے مسؤلین کی طرف سے مجھے دعوت دی گئی اس لئے تعمیل حکم کے طور پر آپ حضرات کے سامنے چند معروضات پیش کرتا ہوں۔ سب سے پہلے تو اپنے اساتذہ کرام، فضلاء کرام اور عام مسلمانوں کو جناب امیر المؤمنین ملا محمد عمر صاحب کیطرف سے سلام اور نیک خواہشات آپ لوگوں تک پہنچاتا ہوں۔ انہوں نے یہاں آپ لوگوں کے پاس مجھے بھیجتے وقت فرمایا کہ میری طرف سے دارالعلوم کے تمام مسؤلین اساتذہ کرام اور فضلاء و طلبہ کو میرا سلام عرض کریں اور ساتھ یہ بھی کہدیں کہ میرا تو بہت جی چاہتا ہے کہ آپ کے ساتھ اس مادر علمی دارالعلوم حقانیہ جاؤں اور آپ لوگوں کے ساتھ ملاقات کر سکوں، لیکن مصروفیات کی وجہ سے خود حاضر نہیں ہو سکتا اور پھر انہوں نے مجھے بطور نیابت اور نمائندگی کے لئے یہاں بھیجا۔ معزز فضلاء کرام! آپ کو دستار فضیلت مبارک ہو۔ اب آپ پر بھاری ذمہ داری آگئی اور حضرت شیخ الحدیثؒ اور دیگر اساتذہ و شیوخ نے آپ لوگوں کو ایک عظیم امانت سپرد کی۔ انہوں نے آپ کو اللہ کا دین سونپا۔ آپ کا اصل امتحان اب شروع ہونے والا ہے اور آج آپ امتحان کے عملی میدان کو جارہے ہیں۔ وہاں امریکہ کے کروز میزائل بھی آپ پر لگیں گے اور ایران کی فوجی مشقیں بھی آپ کیخلاف شروع ہیں۔ آج آپ عمل کے میدان میں جارہے ہیں تاکہ اللہ کے احکامات خدا کی زمین پر عملاً نافذ کریں۔ آج دشت لیلیٰ اور حیرتان کے ہزاروں معصوم شہداء کی روحیں آپکی منتظر ہیں کہ دارالعلوم حقانیہ کے فضلاء آئیں گے اور جس پاکیزہ ہدف کیلئے ہم نے خون دیا ہے یعنی اللہ کے نظام کے نفاذ اور خدا کی شریعت کی ترویج کیلئے، اب یہ ہدف آپ لوگ پورا کریں گے۔ گذشتہ سال انہی دنوں میں ہزاروں طلبہ، فضلاء اور حفاظ قرآن شہید کر دیئے گئے اور انہوں نے خدا کے دین کیخاطر اپنے سروں اور جانوں کی قربانیاں پیش کیں۔ انہیں قربانیوں کی بدولت آج وہاں افغانستان میں اسلامی

نظام نافذ اور اسلامی شریعت حاکم ہے اور اسلام کا سفید پرچم پوری آب و تاب کے ساتھ لہرا رہا ہے۔ افغانستان میں نفاذ اسلام تمام عالم اسلام کیلئے باعث فخر ہے۔ الحمد للہ یہ ان مشائخ عظام کی محنتوں کا ثمر ہے اور حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب نور اللہ مرقدہ کی شبانہ روز محنتوں کا نتیجہ ہے ان لوگوں کی خدمات آج مزار شریف میں نظر آرہی ہیں۔ آج دریائے آمو کے کناروں پر اسلام نافذ ہے اور یہ دارالعلوم حقانیہ کی برکت ہے۔

محترم فضلاء کرام! آج ان فضلائے کرام مجاہدین نے قربانی دی ہے آج تمام عالم کفر آپ کو متوجہ ہے۔ اب آپ کا مقابلہ امریکہ سے ہے۔ آج تمام کفار پر لرزہ طاری ہے حالانکہ ہمارا صرف اپنے ملک کے ساتھ کام ہے۔ اپنی ہی سرزمین میں ہم شریعت نافذ کر رہے ہیں۔ ہم نے کسی پڑوسی ملک پر تعارض نہیں کیا ہے اور نہ ہم نے کسی کے اندرونی معاملات میں مداخلت کی ہے۔ ایران جو کہ اپنے آپ کو اسلام کا بہت بڑا "چیمپئن اور ٹھیکدار" کہتا ہے وہ بھی برداشت نہیں کرتا کہ افغانستان میں اسلام نافذ ہو۔ ہمارے اساتذہ اور مشائخ نے ہمیں جو امانت سونپی ہے ہم اپنی ذمہ داریاں احسن طریقہ سے نبھائیں گے، اور ہم خدا کے ساتھ یہ عہد و پیمان کرتے ہیں کہ جس قانون کیلئے حضرت عمرؓ اور دیگر شہداء نے خون کے نذرانے دیئے تھے وہ قانون ہم نافذ کر کے دم لیں گے اور شہداء کے مقدس خون کی لاج رکھیں گے۔ ہم اپنے اساتذہ اور مشائخ سے یہ درخواست کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اپنی مستجابہ دعاؤں میں نہ بھولیں۔ بہت ہی افسوس کا مقام ہے کہ روس کے ساتھ لڑنے والے (سابقہ جہادی کمانڈر) ماضی میں دارالعلوم حقانیہ کے سٹیج پر تقریر کرنے والے اب ماسکو میں بیٹھکر مجاہدین کے خلاف منصوبے بنا رہے ہیں اور تمام عالم کفر کو دعوت دیتے ہیں کہ تحریک طالبان کیخلاف ہمارے ساتھ تعاون کریں۔ لیکن اللہ کا فرمان ہے "ان تنصرالله ینصرکم" کہ اگر آپ نے اللہ کے دین کی حمایت کی تو میں آپ کو خارق العادات فتوحات دوں گا، جیسا کہ طالبان کو فتوحات اور محیر العقول کامیابیاں مل رہی ہیں۔ آج دنیا حیران ہے کہ تمام عالم کفر اور ماہر افواج مخالفین کے ساتھ ہے اور پھر بھی یہ لوگ مٹھی بھر طلباء سے شکست پر شکست کھاتے جا رہے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ جل جلالہ حیّ و قیوم ذات ہے جس نے نوحؑ کو طوفان نوح سے نجات دی

وہی ذات طالبان کے ساتھ ہے۔ حضرت ابراہیمؑ پر جس ذات نے آگ کو گلزار بنایا اور جو ہستی سلیمان علیہ السلام کے تحت کو ہوا میں اڑائی تھی آج بھی اُسی خدا کی نصرتیں طالبان اور حق کی جماعت کے ساتھ ہیں۔ محترم فضلاء! آج تمام عالم اسلام کی امیدیں آپ سے وابستہ ہیں۔ آپ میدان عمل میں جائیں اور اپنے اساتذہ و مشائخ کی عزتیں اوج پر پہنچائیں۔ بہت سے فضلاء نے جنکی گذشتہ سال یہاں پر دستاربندی ہوئی تھی اسی سال وہ شہادت کی خلعت فاخرہ سے سرفراز ہوئے اور اپنے رب کے پاس بہترین حالت میں پہنچ چکے ہیں۔ "من المؤمنين رجال صدقوا ما عاهدوالله عليه فمنهم من قضىٰ نحبه ومنهم من ينتظر" دارالعلوم حقانیہ کے بانی شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ اور دیگر اساتذہ و مشائخ نے ہمیں جہادی دروس اور خصوصاً بخاری شریف میں "کتاب المغازی" کا درس دیا تھا اور اس کے نتیجے میں ہم محاذ جنگ پر گئے اور کامیاب و کامران ہوئے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا ہم پر بہت بڑا کرم ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو اسلام اور شریعت کے قانون سے بہرہ ور فرمائے۔ پاکستان اور افغانستان میں علماء اور بالخصوص دارالعلوم حقانیہ کی جتنی خدمات ہیں وہ نا قابل فراموش ہیں۔ وہ ہم کبھی بھی بھول نہیں سکتے۔ ہم ہمیشہ اپنے مشائخ اور اساتذہ اور اپنی مادر علمی دارالعلوم حقانیہ کیلئے دست بدعا ہیں۔ اور ہم سے جتنا تعاون ہو سکے گا ہم اس سے دریغ نہیں کریں گے اور اس مادر علمی کی تعمیر و ترقی کیلئے شبانہ روز محنت کریں گے۔ ہم پاکستانی عوام کے بیحد شکرگزار ہیں جنہوں نے ہماری بہت بڑی خدمت کی۔ اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس کا اجر ان کو مرحمت فرمادے اور اس ملک کو بھی اسلام اور شریعت کا قلعہ بنادے۔

ایڈیٹر روزنامہ "اوصاف" جناب حامد میر کا خطاب

اسکے بعد سٹیج سیکرٹری نے پاکستان کے بےباک، نڈر اور تحریک طالبان کے پرجوش حامی، مشہور صحافی روزنامہ "اوصاف" کے ایڈیٹر جناب حامد میر صاحب کو خطاب کی دعوت دی تو انہوں نے اپنے پرجوش خطاب میں طالبان افغانستان کی حمایت کر کے ایک منطقی انداز میں یہ ثابت کردیا کہ عصر حاضر میں امریکہ اور ایران طالبان کے عظیم دشمن ہیں اور انکی یہ دشمنی طالبان کیساتھ نہیں

بلکہ پوری امت مسلمہ کیساتھ ہے۔ آپ نے کہا کہ یہاں صوبہ سرحد اور دارالعلوم حقانیہ میں طالبان کی حمایت کرنا آسان ہے لیکن ملک کے دارالحکومت اور بڑے بڑے لادین لوگوں کے درمیان طالبان کی حمایت کرنا بڑا مشکل کام ہے۔ الحمدللہ آپکی دعاؤں سے میں نے وہ بڑا محاذ تنہا سنبھالا ہوا ہے۔ میں آج خود کو انتہائی مطمئن اور مسرور سمجھ رہا ہوں کیونکہ میرے پیچھے ہزاروں علماء وطلباء اور دارالعلوم حقانیہ جیسا ادارہ موجود ہے۔ جناب حامد میر صاحب کے موثر خطاب کے بعد دارالعلوم حقانیہ کے شیخ الحدیث اور عظیم مجاہد مولانا سید شیر علی شاہ صاحب مدنی مدظلہ نے دارالعلوم کی تاسیس اور دارالعلوم کے شعبہ جات اور انتظامی امور پر تفصیل سے روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ اس وقت دارالعلوم شدید مالی بحران سے دوچار ہے اور اسکے ساتھ نہ تو حکومت کسی قسم کا مالی تعاون کرتی ہے اور نہ بیرونی ممالک۔ لہذا آپ اس مشکل وقت میں مادر علمی کے ساتھ جس قدر بھی مالی تعاون کر سکتے ہیں تو کریں۔ شیخ صاحب کے تقریر کے بعد وقت کے اختصار کیوجہ سے دستاربندی کا آغاز کیا گیا اور دارالعلوم کے چار سو پچیس (۴۲۵) طلبہ دورہ حدیث اور درجہ حفظ وتجوید کے چھپن (۵۶) طلباء کو دستار فضیلت سے نوازا گیا۔ تقریب دستاربندی کے بعد یہ مبارک محفل امیر "حرکت انقلاب اسلامی افغانستان" عظیم مجاہد رہنما حضرت مولانا محمد نبی محمدی مدظلہ کی طویل دعا کیساتھ اختتام پذیر ہوئی۔ تقریب میں نائب مہتمم حضرت مولانا انوارالحق صاحب مدظلہ کے صاحبزادے حافظ سلمان الحق اور الحاج اظہارالحق صاحب کے صاحبزادے حافظ عرفان الحق کی بھی دستاربندی کی گئی۔ اس طویل اور پرہجوم جلسہ میں یہ بات نمایاں طور پر نظر آرہی تھی کہ طلبہ اور عوام نے نظم وضبط کا بہترین مظاہرہ کیا اور آخر تک سامعین اپنے جگھوں سے نہیں ہلے۔ جلسہ میں تقاریر کے ساتھ ساتھ نعت خوان حضرات نے اپنے زریں کلام سے جلسہ کی رونق کو دوبالا کر دیا تھا بالخصوص افغانستان کے نامور نعت خوان محمد دین شاہ اور خیال بادشاہ کی نظموں سے لوگ بہت زیادہ محظوظ ہوئے۔ جلسہ کے اختتام کے بعد طلبہ اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے البتہ وفاق المدارس کے امتحان دینے والے طلبہ مدرسہ میں ہی رہ گئے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆
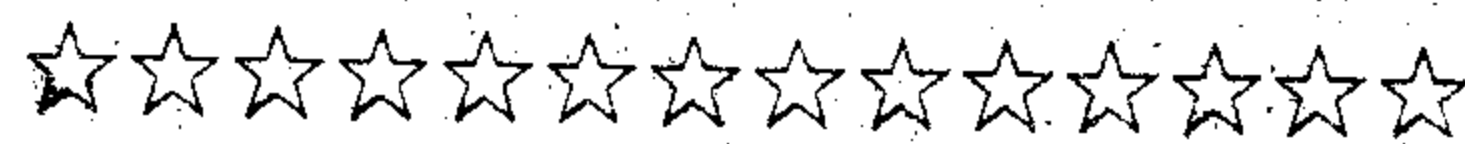
شیخ الحدیث حضرت مولانا لطافت الرحمٰن صاحب (اسلام آباد)

حضرت مولانا محمد موسیٰ روحانی رحمۃ اللہ علیہ چند یادیں

عرض احوال یہ ہے کہ میں آج کچھ تاخیر سے ایک روحانی مخلوق یعنی العلامۃ اللاثانی مولانا محمد موسیٰ الروحانی کا مرثیہ لکھ رہا ہوں گویا

قلم برداشتم از ناصبوری ؛ کہ شرح ایں دل پر خون نویستم
ولے زیں قصہ دل سوز و جانکاہ، قلم لرزید گفتا چوں نویستم

دراصل چونکہ مرحومؒ کے بارے میں لکھتے وقت ان کی ذات ان کی صفات اور حالات و کمالات کا تصور دماغ پر چھا جاتا ہے، اور آتش حزن و ملال جلانا لگتی ہے تو لکھنا دشوار ہوتا ہے اگرچہ اس صورت حال کا وہ فائدہ بھی ہے جو شاعر نے کہا تھا کہ

کتبت وفی فئوادی نادحذن ؛ لها لهب وفی جفنیانسکاب؛
فلولاالنار بل الدمع خطی ؛ ولولا اللمع لا حترق الكتاب ؛

پھر مرحومؒ کے حالات و سوانح قلمبند کرنا اور ان کے علم و فضل کا احصاء و شمار کرنا۔۔۔ ممکن نہیں ہے تو مشکل ضرور ہے کیا کسی بحر ذخائر کی موجوں کو گنا جا سکتا ہے اور جنگل و صحرا کے پودوں چھوٹے بڑے درختوں کو شمار کیا جا سکتا ہے وازلیس فلیس بہر حال چونکہ مرحومؒ کا مرثیہ لکھنا بوجوہ ذیل ضروری تھا تو میں لکھنے لگا اگرچہ مختصر اور قلیل ہے

ولوانی کتبت بشوق حذنی ؛ لافنیت الصحائف والمدادا
ولکننی اکتفیت علی قلیل ؛ یذکرنی المحبة والودادا

لکھنے کے بعض وجوہ یہ ہیں :

(۱) اول تو خود میرا اور مرحومؒ کا انتہائی خلوص و مودت (۲)۔ دوسری بات یہ کہ میں نے جلدی میں چند رثائی اشعار لکھ کر مجلّہ "الحق" میں اشاعت کیلئے حافظ راشد الحق صاحب کے پاس ارسال کر لئے، اشعار یقیناً ناکافی اور مختصر سلسلہ تھا اور تلافی طلب۔ (۳)۔ تیسری بات یہ کہ برادرم مولانا سمیع الحق صاحب محترم مجھ سے مرحومؒ کا مناسب مرثیہ لکھنے کی اس طرح فرمائش کرنے

والے تھے جس طرح کہ انہوں نے مرحومؒ و مغفور حضرت الاستاذ مولانا افغانی رحمہ اللہ کی وفات پر مجھے لکھا تھا کہ تم کو حضرت کا مرثیہ لکھنا ضروری ہے۔ غرض یہ کہ مرثیہ لکھنے لگا ہوں اور صورت حال یہ ہے کہ ؎ آوارہ گشتہ ام مگر امشب نظارہ را ؛ پیوند کردہ ام جگر پارہ پارہ را ؛
ہاں میں مرحومؒ کے عام حالات، ولادت، وفات وغیرہ وغیرہ کو قلمبند کرنے والا بھی نہیں ہوں بلکہ مجھے صرف اور صرف ان کے علمی اور تعلیمی باغ وبستان کی وہ چند کلیاں چننے ہیں جن کا مجھ سے براہ راست یا کچھ بالواسطہ تعلق رہا ہے گویا ؎

ہم نے اپنے آشیانہ کیلئے، جو چبھے دل میں وہی تنکے لئے

(۱)۔ چنانچہ اب تو میں مرحومؒ کی طالب علمی کا وہ امتیازی اور نادر و غریب حال ذکر کرتا ہوں کہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک میں جب نصاب درس کی وسطانی کتابوں کا سالانہ امتحان ہو گیا، نتائج شائع ہو گئے تو حضرت الشیخ مولانا عبدالحق رحمہ اللہ نے میرے متعلق طلبہ میں سے دو طالب علموں کے جوابی پرچے بطور ریکارڈ رکھنے کا حکم صادر فرمایا وہ ایک تو مولانا موسیٰ خان مرحومؒ تھے اور دوسرا صاحبزادہ عارف باجوڑ والا تھا۔ (۲)۔ میں جب بہاولپور اسلامیہ یونیورسٹی میں گیا اور مرحومؒ قاسم العلوم ملتان میں تھے۔ بہاولپور میں چونکہ حضرت افغانی رحمہ اللہ اور مجھ سے تعلق تھا نیز شیخ سعید صاحب ان کے مرید اور مخلص دوست تھے اس وجہ سے وہ بہاولپور آیا کرتے تھے۔ ایک بار مرحومؒ نے اپنی کتاب پر حضرت افغانیؒ سے تقریظ مانگی۔ کتاب علم النحو کی تھی تو اس پر حضرت نے جو کچھ تحریر فرمایا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ "اس کتاب کے مطالعہ سے خود مجھے علم نحو کے وہ مسائل و نکات علم میں آئے جو میں اس سے پہلے نہیں جانتا تھا"۔ (۳)۔ پھر جب میں کراچی میں تھا اور مرحومؒ حسب معمول اپنی ہر چھپنے والی کتاب کے نسخے میرے پاس بھیجا کرتے تھے تو ایک بار تو فلکیات والی کتابوں کا اتنا وزنی پارسل بذریعہ ڈاک بھیجا کہ ڈاک خانہ والوں نے مجھ سے پارسل منگوانے کیلئے آدمی مانگا۔

(۴)۔ مرحوم کی دوسری بے شمار کتابوں کے علاوہ میں نے ان کی کتاب نیل البصیرہ فی نسبۃ سبع عرض شعیرہ کے بارے میں میں نے اپنی تازہ چھپنے والی کتاب "الادب البحاری فی ابیات صحیح

البخاری" میں لکھا ہے کہ "یفوق علی ماکتب فی المسئلة العلماء المتقدمون والمتأخرون فلیطالعها من له مس بالریاضی القدیم وفوق کل ذی علم علیم"۔(۵)۔ مرحومؒ نے اپنی اردو کتاب "فلکیات جدیدہ" میں اسی مسئلے کو نہایت عمدہ طور پر بیان کیا ہے: کہ مشارق ومغارب کے اختلاف کے سبب حجاز میں اور پاک وھند کے طلوع چاند میں ایک کا کیا بلکہ دو دن کا فرق ہو سکتا ہے جبکہ بعض دقیانوسی فقہاء یا عوام اس پر مصر ہیں کہ تمام بلاد کے مشارق ومغارب کا ایک ہونا ضروری ہے۔(۶)۔ میرے بارے میں مرحومؒ کا ایک برادرانہ مخلصانہ معمول تھا کہ میرے نام اپنے ملفوف خطوط کے ہمراہ اکثر وبیشتر رقوم بھیجا کرتے تھے میں نے بار بار و کا مکرر کے نہیں اور ایک بار ملفوف سے لاہور ہی میں کسی نے تین سو روپے کے نوٹ نکالے اور ان کو جب علم ہوا تو اگلی دفعہ پانچ سو روپے کے نوٹ ملفوف کرائے اور میں باوجود محتاج نہ ہونے کے جب ان کا ہدیہ قبول کرتا رہا تو حضرت ایوب علیہ السلام کا یہ فقرہ لکھا کہ "مالی غنی عن برکتک"(۷)۔ مرحومؒ کے درس وتدریس، تصنیف وتالیف منظوم ومنثور اور قلم وقدم کے کارنامے بہت ہیں۔

داماں نگہ تنگ وگل حسن توبسیار ؛ گل چین بہار توز داماں گلہ دارد

لیکن ان کا وہ قصیدہ "فتح الصمد فی جمع ست مائة اسماء الاسد"
جو مرحومؒ نے حضرت مولانا عبدالحق رحمہ اللہ کے مرثیہ میں لکھا ہے وہ تو ایک علمی تاریخی فنی شاہکار ہے جسکی مثال بہ ظاہر ناممکن ہے: میں نے اس قصیدے کے بحر ووزن تقطیع وارکان کا گہری نظر سے جائزہ لیا جس میں فن عروض کے لحاظ سے کوئی نقص وخلل نہ ملا حالانکہ اتنے شعروں کو قلم کے جال میں منظوم اور منظّم کر کے جمع کرنا مشکل نہیں محال ضرور ہے۔

عبدالرسول صاحب منظوم عبدالرسول نے خوب کہا ہے کہ

ع نسبیت اسان نظم کردن مسئلہ عربیہ را۔ اور اگرچہ مرحومؒ عام فنون کی طرح اس فن میں بھی صاحب تصنیف تھے مگر ساتھ ہی ذوق بھی وہ ملا تھا جو مولانا روم نے فرمایا ہے کہ

ے "من ندانم فاعلات فاعلات" "شعر گویم، بہتر از آب حیات"

(۸)۔ مرحومؒ کی بے شمار عظمتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ مجھ جیسے کم علم اور حقیر وفقیر کو شیخی وسندی کے القاب سے یاد کرتے تھے جو اس بات کی دلیل ہے کہ وہ خود خدا رسیدہ عالم اور حافظ کے

س قول کے مصداق تھے کہ ؎

فروتنی است دلیل رسدگان خدا سوار چونکہ بمنزل رسد پیادہ شود

(۹)۔ رہا مرحومؒ کا نماز میں جان جان آفرین کے سپرد کرنا یا ان کے مرقد موسوی سے امام بخاری رحمہ اللہ کی طرح قبر سے خوشبو آنا، قبر کی مٹی کا عطر وزعفران بننا وغیرہ وغیرہ۔ کرامات یہ تو کوئی الجوبہ نہیں ہے بلکہ اللہ کے خاص الخاص بندوں کے مابعد الموت باقیات صالحات بھی ہوتی ہیں جن کا اہل ہونا مرحومؒ کیلئے ایک ادنی کرشمہ ولی اللّٰہی ہے۔ (۱۰)۔ بہر صورت اس وقت عجلت میں نہایت اختصار سے یہ چند ٹوٹے پھوٹے الفاظ حافظ راشد الحق سمیع صاحب کی خدمت میں بھیج رہا ہوں تاکہ وہ اس کو اس مختصر قصیدے کو اس صورت سے شامل کرے جس کو وہ اپنی صوابدید سے ترتیب دینگے جبکہ ہم سب اہل حق یعنی مولانا عبدالحق نور اللہ مرقدہ والے ہیں۔

القصيده

فی رثاء العلامة الشيخ التكلامة المغفور له مولانا محمد موسیٰ الروحانی نورالله مرقده'

شیخ الحدیث حضرت مولانا لطافت الرحمٰن صاحب مدظلہ (اسلام آباد)

فقدنا عالماشيخا جليلا ... خضم العلم بحاثا طويلا

فصنف فی جميع من علوم ... وكان يعده شيأً قليلا

ففاق وزاد فی علم كبحر ... يمد الیٰ اقاصيه المسيلا

له قدم التفوق والتعالی ... له قلم بغاياتٍ كفيلا

وكان يطالع الكتب الكثيره ... عدت عداً وكان به قبيلا

فنسمع حين نبحث من كتاب ... لتصنيفانه ذكرا جميلا

وكان لسان تصنيف الفقيد ... لسان الجنة العربی دليلا

ولا ككبارنا كتبوا بأردو ... وعدّوا ذالك الامر الجليلا

فموسیٍ نعم موسی غاب عنا ... فقدنا للرجوع له سبيلا

فواسفاً لنا بفقود شيخٍ ... وكان لمدةٍ طولیٰ عليلا

وان الدهر لايأتی بشخص ... جديدٍ ان يكون له مثيلا

فما فی الباقيين له مثال ... ولا فی السابقين له بديلا

فكان يطالع الا سفار كلا ... يصنف بكرة ثم الا صيلا

ففاز علی اعالی كل فن ... وكان لناظمٍ خلا خليلا

وان لطافة الرحمن يبكی ... وكان لذاته ظلا ظليلا

جناب لفٹیننٹ کرنل ریٹائرڈ محمد اعظم صاحب (اکوڑہ خٹک)

طالبان ـــ ایک جائزہ

چودہ سال تک روسی اور اشتراکی فوجوں سے برسرپیکار رہنے کے بعد ۱۹۹۲ء میں جب افغان مجاہدین کو فتح نصیب ہوئی تو نظریوں آرہا تھا کہ ۳۵ لاکھ افغان مہاجر پاکستان اور ایران سے جلد واپس اپنے وطن لوٹ جائیں گے اور بلا تاخیر ان کی آبادکاری شروع ہو جائے گی۔ سال دو کے اندر ایک مرکزی حکومت برسر اقتدار آکر کاروبار مملکت سنبھال لے گی مگر

ع اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

ڈاکٹر نجیب کی کمیونسٹ حکومت کا ختم ہونا تھا کہ مجاہدین کے لشکر حصول اقتدار کے لئے آپس میں الجھ پڑے اور یہ سلسلہ کئی سالوں تک چلتا رہا۔ وہ مجاہد کمانڈر جو جہاد کے دوران بین الاقوامی میڈیا پر مجاہدین کے نام سے جانے جاتے تھے۔ افغان خانہ جنگی کی وجہ سے دنیا کی نظروں میں اپنا مقام کھو بیٹھے افغانستان مضبوط اور مستحکم مرکزی حکومت نہ ہونے کی وجہ سے سرزمین۔ بے آئین بن کر رہ گیا۔ ملک ایسی افراتفری کا شکار ہوا کہ نہ کسی کی عزت محفوظ تھی نہ کسی کی جان و مال۔ ہر وہ مقامی کمانڈر جو جہاد کے دوران ایک چھوٹے موٹے دستے کا سربراہ تھا اپنے علاقہ کا حاکم بن بیٹھا اور سڑک پر پھاٹک لگا کر محصول وصول کرنے لگا۔ ۱۹۷۸ء سے ۱۹۹۲ء تک افغانوں نے لاکھوں جانوں کی جو قربانی دی تھی وہ رائیگاں گئی۔ اعداد و شمار ظاہر کرتے ہیں کہ خانہ جنگی کے دوران چودہ سالہ جہاد کی نسبت کہیں زیادہ جانیں گئیں اور کہیں زیادہ تباہی اور بربادی ہوئی۔ آج افغانستان کا کوئی شہر، کوئی قصبہ اور کوئی سڑک اس حالت میں نہیں کہ امن میسر آنے کے باوجود اگلے ایک ڈیڑھ عشرے تک اپنے تباہ حال معاشی حالات سنوار سکے اور اپنے اداروں کو منظم کر کے ترقی کی راہ پر گامزن ہو سکے۔ ۱۹۹۴ء کے وسط تک عام تاثر یہ تھا کہ افغانستان تقسیم ہو کر چھوٹی چھوٹی علاقائی ریاستوں میں بٹ جائے گا اور اس کا صدیوں پرانا قومی وجود اور اسلامی تشخص ختم ہو کر رہ جائے گا مگر

قدرت کو شاید یہ منظور نہ تھا۔ ضرورت صرف فضائے بدر پیدا کرنے کی تھی۔ فرشتوں کی آمد کا سلسلہ جاری کرنا اس خدائے بزرگ و برتر کا کام تھا جو سارے جہانوں کا مالک اور قادر مطلق ہے اور اپنے نام لیواؤں کا یوں مٹ جانا اسے گوارا نہ تھا۔

اسلام کے نام کی بقاء کیلئے اس صدی کا معجزہ یوں رونما ہوا کہ قدرت ایک بوریا نشین کو میدان میں لے آئی۔ قندھار کے علاقہ ارغستان کا یہ مجاہد افغان جہاد کے دنوں میں چند سو کے ایک لشکر کی کمان کر رہا تھا۔ جہاد کے دوران اسکی ایک آنکھ جاتی رہی۔ ڈاکٹر نجیب اللہ کی حکومت کے خاتمے کے ساتھ یہ نورزئی مجاہد درس و تدریس کے کام پر واپس اپنے علاقے کو لوٹ آیا مگر ملک میں بڑھتی ہوئی بدامنی، افراتفری اور ظلم اور جبر نے اسکو چین سے بیٹھنے نہ دیا۔ اس کیلئے نقطہ عروج جولائی ۹۴ء میں قندھار کے علاقے میں ایک سفاکانہ ڈکیتی بن گئی جس میں مردوں کے قتل کے ساتھ عورتوں کی بھی بے حرمتی کی گئی تھی (جو پشتون معاشرے میں ایک انہونی بات تھی) ملا محمد عمر نے چند پرانے ساتھیوں کو اکٹھا کیا اور کچھ طلباء ساتھ شامل کر کے ایک مختصر سا لشکر ترتیب دیا اور ان شیطان صفت بدمعاشوں کا قلع قمع کر کے فوری اور مبنی بر انصاف وہ مثالی سزائیں دیں کہ مقامی آبادی اپنے اپنے علاقوں میں بھی امن قائم کرنے کی خواہش لئے جوق در جوق آنے لگی۔ طالبان نے اکتوبر ۹۴ء میں سپین بلدک پر قبضہ کر کے پاکستان کے سرحدی شہر چمن سے قندھار تک کی سڑک آمدورفت کے لئے محفوظ کر دی مگر انہی دنوں پاکستان کی پیپلزپارٹی کی حکومت نے یہ ظاہر کرنے کے لئے کہ کوئٹہ قندھار، ہرات کا راستہ ترکمانستان اور دوسری وسطی ایشیائی ریاستوں کے ساتھ تجارت کے لئے استعمال کیا جاسکتا ہے۔ ایک کانوائی ترتیب دے کر بھیجی جسے قندھار سے نکلتے ہی لوٹ لیا گیا۔ طالبان کی شہرت قندھار سے باہر اس وقت پہنچی جب انہوں نے پاکستانی قافلے کو لوٹنے والے مقامی عناصر کو شکست دے کر اسے واگذار کروایا۔ یہ قافلہ بحفاظت ترکمانستان پہنچا اور پھر اسی راستے سے واپس آیا۔ انہی دنوں طالبان کو قندھار کے شہریوں کی طرف سے ایک دعوت نامہ موصول ہوا کہ وہ آئیں اور قندھار میں امن قائم کریں جو کہ بدنظمی اور بدامنی کی انتہاء کو پہنچا ہوا تھا۔ نومبر ۱۹۹۴ء میں مُلا محمد عمر نے جمعیت اسلامی کے گورنر قندھار کو برطرف

کردیا جس کے طور طریقے اسلامی نہیں تھے اور جس کے خلاف عوام کو بہت سی شکایات تھیں۔ قندھار اور اس کے گردونواح میں امن کی باتیں ملک سے باہر نکلیں تو سرکاری مہمان قندھار آنا شروع ہوگئے۔ اس میں پاکستان کے وزیر داخلہ جنرل بابر بھی تھے اور پاکستان میں امریکی سفیر جان مونجو بھی۔ قندھار کے بعد طالبان نے جس طرف رخ کیا کامیابی ان کے قدم چومتی گئی۔ جنوری ۱۹۹۵ء تک طالبان نے غزنی تک کا علاقہ اپنی عملداری میں شامل کر کے اسے خطہ امن بنادیا تھا۔ طالبان جہاں گئے بدامنی اور عدم تحفظ کے شکار لوگ ان کے استقبال کیلئے آئے۔ افغانستان کے لوگوں نے ان کو دعوت دے کر بلایا۔ لوگ دو سالہ خانہ جنگی سے عاجز آچکے تھے۔ پرامن زندگی ان کی سب سے بڑی تمنا تھی۔ امن قائم کرنے کے لئے طالبان جس طرف گئے انہوں نے پہلے تمام لوگوں سے اسلحہ اکٹھا کیا اور پھر اسلامی تعزیرات نافذ کیں اور عدل وانصاف کی وہ مثالیں قائم کیں جو خلفائے راشدین کے وقتوں کی یاد تازہ کرتی ہیں۔

پاکستان اور بین الاقوامی میڈیا پر طالبان کے بارے میں جان بوجھ کر ایک غلط فہمی پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی رہی ہے کہ وہ پاکستان، امریکہ یا سعودی عرب کی ایما پر معرض وجود میں آئے اور ان کی مدد سے اپنی فتوحات جاری رکھے ہوئے ہیں۔ اس سوچ کا حقیقت سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ طالبان کا ایک طاقت بن کر ابھرنا مشیت ایزدی تھا۔ بالکل اس خودرو پودے کی طرح جسکو اس کا سازگار ماحول، اس کا مناسب موسم، اس کے جغرافیائی حالات جنم دیتے ہیں اور وہ ایک دن تناور درخت بن جاتا ہے۔ طالبان بھی اسی تدریجی عمل سے معرض وجود میں آئے۔

طالبان اپنے حالات اپنے ماحول کی پیداوار ہیں اور ان کی بقا نہ صرف ان کے اپنے اسلامی تشخص کے لئے ضروری ہے بلکہ یہ پاکستان کی بقا کیلئے بھی بے حد اہم ہے۔ اپنے جغرافیائی محل وقوع کی وجہ سے پاکستان اور افغانستان ایک ہی خطے میں واقع ہیں۔ افغانستان ہمارا نزدیک ترین ہمسایہ ہے جس سے ہمارے تاریخی، نسلی، لسانی، ثقافتی، معاشرتی اور مذہبی روابط اس قدر قریبی ہیں اور گہرے ہیں کہ ہم ایک دوسرے کے حالات سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ افغانستان میں روسی جارحیت کے خلاف پاکستان فرنٹ لائن ملک اس لئے بن گیا تھا کہ ہمارے پاس اس کے سوا کوئی چارہ

نہیں تھا۔ اس میں اگر ہم نے کہیں اور سے امداد حاصل کر کے فائدہ اٹھایا تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم کسی اور کی جنگ لڑ رہے تھے۔ ہم افغانستان کی بقاء کے ہمراہ اپنی بقا کی جنگ بھی لڑ رہے تھے۔ روس جب تک افغانستان سے پسپا نہیں ہوا تھا۔ امریکہ اور دوسرے مغربی ممالک مجاہدین کی مدد کرتے رہے لیکن جینوا اکارڈ پر دستخط ہوتے ہی مغربی ممالک ہر قسم کی امداد سے دست کش ہو گئے، اور خود غرض اور کوتاہ بین۔ افغان مجاہد لیڈر شپ نے ذاتی اقتدار کے حصول کی خاطر ملک کو خانہ جنگی کی طرف دھکیل دیا۔ طالبان کے ظہور سے پہلے صورتحال کچھ یوں ہو چکی تھی کہ امریکہ، روس، نو آزاد شدہ وسطی ایشیائی ریاستیں، بھارت، اسرائیل، ایران سب افغانستان میں اپنے اپنے مفاد اور اغراض و مقاصد کے لئے برسرپیکار تھے۔ امریکہ چاہتا تھا کہ افغانستان میں اسلامی نظام کا راستہ روکا جائے۔ ملک کو لسانی بنیادوں پر تقسیم کر دیا جائے۔ افغانستان میں بدامنی کو طول دیا جائے تاکہ وسطی ایشیائی ریاستوں کی رسائی بحیرہ عرب تک نہ ہو سکے اور ان ریاستوں کے تجارتی روابط بدستور روس اور یورپی ممالک سے برقرار رہیں تاکہ یہ ممالک ایک علاقائی اسلامی بلاک بن نہ پائیں۔ اور ان کے تعلقات مسلم ممالک سے پیدا نہ ہو سکیں۔ جہاد سے قبل بھارت کی افغانستان میں دلچسپی کا واحد مقصد پاکستان دشمنی اور اس نوزائیدہ ملک کے لئے مسائل پیدا کرنا رہا ہے۔ ۱۹۴۷ء میں پاکستان کے اقوام متحدہ کا رکن بننے کے خلاف صرف ایک ووٹ پڑا اور وہ واحد ووٹ افغانستان کا تھا۔ ظاہر شاہ کی حکومت نے یہ سب بھارت کے ایما پر کیا تھا۔ روس کا کاسہ لیس ہونے کی وجہ سے افغان جہاد کے دوران بھارت کا رویہ "دیکھو اور انتظار کرو" کا رہا۔ مگر خانہ جنگی کے دوران اس نے افغان دھڑے بندیوں میں دلچسپی لینی شروع کر دی اور طالبان، ملیشیاء کی برق رفتار کامیابیوں کے بعد بھارت مختلف طریقوں سے احمد شاہ مسعود، دوستم اور ربانی وغیرہ کی امداد پر اتر آیا۔ افغانستان میں امن قائم ہو جانے کی صورت میں بھارت کو سب سے بڑا خطرہ کشمیر کے جہاد میں شدت آجانے کا ہے۔ بھارت یہ جانتا ہے کہ افغان مجاہد آج بھی اپنے کشمیری بھائیوں کے شانہ بشانہ وادی میں مصروف جہاد ہیں۔ اس وقت یہ تعداد کم ہے مگر یہ تعداد افغانستان میں امن قائم ہونے کے بعد کسی وقت بھی بڑھ سکتی ہے۔ قارئین کے لئے یہ بات باعث دلچسپی ہو گی کہ افغان جہاد کے

دوران کشمیری نوجوانوں نے ہزاروں کی تعداد میں حصہ لیا اور وہ جنگی تجربہ حاصل کیا جو آج ان کے کام آرہا ہے۔ افغان احسان فراموش نہیں وہ جس روز فارغ ہوئے اپنا قرض چکانے کشمیر پہنچ جائیں گے۔ اور یہی بات بھارت کیلئے سب سے بڑی پریشانی کا باعث ہے۔

ایران کا رویہ افغان جہاد سے متعلق اور بعد کے ایام میں کچھ غیر معین سا رہا کہ وہ خود عراق سے ایک طویل جنگ میں مصروف تھا، اس لئے وہ افغانستان کے مسائل میں الجھنے کے قابل نہ تھا۔ دوسرے وہ افغانستان سے امریکی جنگی سامان (سٹنگر، میزائل وغیرہ) جو وافر مقدار میں امداد کے طور پر آرہا تھا حاصل کرنے کی خواہش رکھتا تھا۔ اس لئے مجبوراً خاموش رہا۔ مگر یہ خاموشی زیادہ دیر تک قائم نہ رہ سکی اور ایران جلد ہی کھل کر سامنے آگیا۔ شمالی اتحاد کے دھڑوں کو امداد کا ایرانی مقصد اس کے سوا کچھ اور نہیں کہ ایران لسانی بنیادوں پر افغانستان کی تقسیم کا خواہشمند ہے اور چاہتا ہے کہ افغانستان کے شمالی صوبے اور اسکی سرحدوں کے نزدیک علاقے جو فارسی بولتے ہیں علیحدہ مملکت کی صورت اختیار کریں اور ایران کے حلقہ اثر میں آجائیں۔ اس کے علاوہ ایران کی یہ بھی خواہش ہے کہ وسطی ایشیائی ریاستیں جو شمالی افغان علاقوں کے پڑوس میں واقع ہیں۔ بیرونی دنیا سے تجارتی روابط کیلئے ایران کی بندرگاہ بندر عباس کو استعمال کریں۔ اور ان ملکوں کی اندرونی تجارت بھی ایران سے ہی ہو۔ آثار بتاتے ہیں کہ بھارت کی طرح ایران بھی اپنے علاقے کا کوتوال بننے کی ایک دلی دلی خواہش رکھتا ہے۔ (اپنے پیشرو شہنشاہ ایران کی طرح) مگر اس مقام کو حاصل کرنے میں اسے وقت لگے گا اور خلیج میں بین الاقوامی رکاوٹیں شاید اس کے راستے کی سب سے بڑی رکاوٹ ثابت ہوں۔ بہر حال ایران کی طالبان دشمنی کی وجوہ دوسری باتوں کے علاوہ مسلکی اختلاف بھی ہے جس کا اظہار اکثر و بیشتر ایرانی حکومت کھل کر کرتی رہتی ہے اور ساتھ ہی پاکستان کو بھی نہیں بخشا جاتا۔ افغانستان کے شمال میں واقع وسط ایشیائی ریاستوں میں سے تین ریاستیں تاجکستان، ازبکستان اور ترکمانستان افغانستان سے مشترک سرحدیں رکھتی ہیں اور ان علاقوں سے نسلی تعلق رکھنے والی ایک بہت بڑی تعداد افغانستان کے شمالی صوبوں میں آباد ہے۔

ذیل میں دیے ہوئے نسلی آبادی کے تقابلی جائزہ کی روشنی میں افغان قومیت کی

کثیر الانواع ترکیب ملاحظہ ہو۔

پشتون ۶۵ لاکھ (۴۳ فیصد) تاجک ۳۵ لاکھ (۲۴ فیصد) ازبک ۱۰ لاکھ (۶ فیصد) ہزارہ ۸ لاکھ ۷۰ ہزار (۵ فیصد) ترکمن ایک لاکھ ۲۵ ہزار (۷. فیصد) فارسی وان ۶ لاکھ (۴ فیصد) ایمک ۸ لاکھ (۵ فیصد) بروہی ۲ لاکھ، بلوچ اور نورستانی ایک ایک لاکھ۔ کرغیز اور مغل چند ہزار اور ہندو سکھ ۳۰ ہزار۔ ان قبائل میں ایمک حنفی مسلک سے تعلق رکھتے ہیں اور ایران کی سرحدوں کے مشرق میں آباد ہیں۔ فارسی وانوں کی رہائش کے علاقے بھی ایرانی سرحدوں کے نزدیک ہیں اور یہ لوگ اسماعیلی فرقے کے پیرو ہیں۔ کرغیزوں کی بڑی آبادی صوبہ بدخشان میں پامیر کے پہاڑی علاقہ میں آباد ہے اور گلہ بانی کے پیشہ سے متعلق ہے۔ اس وقت افغانستان میں ۲۰ کے لگ بھگ مقامی بولیاں (DIALECTS) بولی جاتی ہیں۔

افغانستان سے ملحقہ وسطی ایشیائی ریاستیں صدیوں تک علم وآگہی کا منبع رہیں اور اسلامی علم ودانش کے سوتے یہیں سے پھوٹے مگر روس کے زاروں کے زیر اثر چلے جانے اور اس کے بعد ستر سال تک کمیونسٹوں کے زیر تسلط مذہبی پابندیوں کی وجہ سے یہ لوگ اسلام سے دور ہوتے گئے، لیکن ان پابندیوں کے باوجود ان ریاستوں کے سرحدی علاقوں میں دین وایمان کے چند دئیے روشن رہے۔ جو اب ایک اسلامی تحریک کی صورت اختیار کرتے جارہے ہیں۔ چونکہ یہ ریاستیں باوجود روس سے آزاد ہونے کے ابھی تک روسی اثرات سے آزاد نہیں ہوپائیں۔ اس لئے افغان جہاد طالبان کی فتوحات اور اپنے علاقے میں موجود چھوٹی موٹی اسلامی تحریکیں انہیں خوف زدہ کئے رکھتی ہیں اور ان تحریکوں کو افغانستان کی سرحدوں کے اندر دھکیلنے کیلئے ان ممالک کی حکومتوں کو اپنے پرانے آقاؤں کو مدد کیلئے بلانا پڑتا ہے۔ اس وقت افغانستان کے شمالی سرحدی علاقے جو طالبان کے کنٹرول میں نہین ان میں روسی فوجیں چند ایک مقامات پر شمالی اتحاد کی مدد کے لئے گھس آئی ہیں۔ انکے علاوہ اندرون ملک چند اور مزاحمتی محصورے **Pockets of Resistance**، کاپیسا، پنج شیر، تخار اور بدخشان کے علاقوں میں موجود ہیں۔ جن کو روس وسطی ایشیائی ریاستیں ایران اور بھارت مسلسل فوجی امداد فراہم کررہے ہیں اور یہی امداد اب تک شمالی اتحاد کو زندہ رکھے

ہوئے ہے۔ ورنہ افغان مسئلہ آج سے دو تین سال پہلے حل ہو گیا ہوتا۔

افغانستان کا تقریباً ۹۰ فیصد سے زیادہ رقبہ اس وقت طالبان کے زیر تسلط ہے جس میں امن وامان کا مسئلہ اس خوبصورتی سے حل کر لیا گیا ہے کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے مگر انتظامی محاذ پر منظم حکومتی ادارے نہ ہونے کی وجہ سے مسائل سر اٹھاتے رہتے ہیں اور ان کا مداوا نہیں ہو پاتا۔ میں اس میں قصور وار طالبان کو بھی نہیں گردانتا۔ وہ جو کچھ اس وقت کر رہے ہیں یہ ان کی استعداد سے کہیں زیادہ ہے۔ اندرونی محاذ پر انہیں جن باغیوں سے واسطہ پڑا ہے وہ بے حد منظم اور تجربہ کار ہیں اور اپنے کریڈٹ میں بیس سال سے زائد جنگی تجربہ رکھتے ہیں۔ انہیں روس، ایران اور بھارت وغیرہ سے مسلسل جنگی امداد مع مشیروں کے مل رہی ہے۔ ان حالات میں جو کچھ پچھلے چار سالوں میں طالبان نے حاصل کیا ہے وہ ایک معجزہ سے کم نہیں۔ مگر ایک مقام ایسا بھی آتا ہے کہ معجزے وقوع پذیر ہونا بند ہو جاتے ہیں۔ ایسا وقت آنے سے پہلے میں چاہوں گا کہ وہ مسلمان جو زندگی کی کسی بھی فیلڈ میں وہ تکنیکی مہارت رکھتے ہوں جو طالبان کو اپنے ادارے اپنی ایجنسیاں منظم کرنے میں مدد دے سکے۔ والنیٹر ہو کر اپنی خدمات پیش کریں اور افغانستان کو مثالی اسلامی مملکت بنانے میں مدد دیں۔ یہ کار ثواب صدقہ جاریہ ہوگا۔ میں حکومت پاکستان سے بھی درخواست کروں گا کہ امریکی آقاؤں کی خوشنودی پر اپنے بھائیوں کی بہتری کو ترجیح دیں۔ یہ لوگ آپ سے بڑے قریبی رشتے رکھتے ہیں۔ یہی آڑے وقت میں آپ کے کام آئیں گے۔ ان کے لشکروں کو منضبط عسکری سٹرٹیجی کے تحت لڑنے والی جنگی مشین بنانے میں انکی رہنمائی کریں ان کے پاس جان پر کھیل جانے والی افرادی قوت کی کمی نہیں وہ اپنے ہتھیار استعمال کرنے کی بھی مہارت رکھتے ہیں اور ذاتی کمزرویوں سے بھی مبرا ہے مگر کچھ حق وہ اس ہمسائے پر بھی رکھتے ہیں۔ جسکی جنگ انہوں نے چودہ سال تک لڑی اور مال ومتاع کے ساتھ لاکھوں جانوں کی قربانی دی۔

میں پرنٹ میڈیا سے بھی گزارش کروں گا کہ وہ مغربی ذرائع ابلاغ کے طالبان کش پراپیگنڈے کا توڑ کریں۔ حقائق کو عوام تک پہنچائیں۔ طالبان کی مجبوریوں کو سمجھیں۔ ان کی قبائلی روایات ان کے نسلی اور لسانی مسائل کو جاننے کی کوشش کریں۔ محدود عرصے کیلئے خواتین پر

(باقی صہ ۱۸ پر)

بحث و نظر

مولانا مفتی غلام قادر حقانی صاحب

استاذ التخصص والافتاء فی الفقہ الاسلامی، دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

کیا ملت اسلامیہ وحدت رمضان و عیدین پر اتفاق کر سکتی ہے ؟

﴿اس موضوع پر ہم علماء، مفتی حضرات، اہل علم اور محققین کو اظہار خیال کی دعوت دیتے ہیں﴾ (ادارہ)

جیسا کہ آپ حضرات کو معلوم ہے کہ پوری دنیا میں اس وقت مواصلاتی نظام جس برق رفتار ترقی سے دوڑ رہا ہے اور جس نت نئے انداز سے سفر کر رہا ہے اور یہ کہ اس وقت پوری دنیا ایک گلوبل روم کی طرح مختصر سا کمرہ بن چکی ہے بیک وقت شرق و غرب کے لوگ ایک دوسرے کو حالات سے مطلع کر سکتے ہیں۔ انسان کے سامنے فاصلے سمٹ گئے ہیں۔ مطالع و مغارب اب سب کے سامنے ہیں۔ دوریاں سمٹ گئی ہیں۔ اس دور میں مسلمانوں کی وحدت اور اتفاق کی اشد ضرورت ہے۔ مشرق اور مغرب کے مسلمانوں کی تنظیم اور ارتباط سے پوری دنیا متاثر ہو سکتی ہے۔ توحید الصوم والاعیاد سے مسلمانوں کا مشترکہ اثر پوری دنیا پر پڑ سکتا ہے۔ چنانچہ عرصہ دراز سے جس چیز کیلئے امت مسلمہ بے چین تھی اور جس کیلئے ہر خاص و عام کے دل میں ایک تڑپ اور ولولہ کروٹیں لے رہا تھا ہر مسلمان کی اس دیرینہ خواہش اور بیک وقت مشترکہ عبادت کی صحیح اور جامع نظر پیش کرنے کیلئے یہ قدم اٹھایا جا رہا ہے۔ علاوہ ازیں عصر حاضر کے بعض محترم اکابر علماء کرام نے اس پیش آوردہ مسئلہ کی تحقیق پر مجبور بھی کیا ہے، کیونکہ علماء کرام ہر دور کے لوگوں کیلئے نباض ہوتے ہیں۔ چنانچہ مناسب معلوم یہ ہوا کہ امت مسلمہ کے مایہ ناز اور ممتاز علماء کرام اور مفتیان عظام حضرات سے اس مسئلہ میں رائے طلب کی جائے اس مقصد کے پیش نظر یہ مسئلہ پاکستان، ہندوستان، افغانستان، سعودی عرب، مصر، شام، ترکی وغیرہ کے علماء کرام کی خدمت میں پیش کیا جائیگا۔ علماء کرام سے اس پر تحقیق کرانا مقصود نہیں بلکہ جو تحقیقات اس مسئلہ میں علماء کرام کے سامنے پیش خدمت ہیں ان پر صرف اپنی رائے گرامی کی وضاحت درج فرمائیں۔

علماء کرام سے درخواست ہے کہ اختصار کے ساتھ اپنی رائے گرامی رقم فرما کر مہر و دستخط

ضرور کریں۔ ہم تہہ دل سے آپ کے شکر گزار ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو دنیا اور آخرت کی سرفرازی نصیب فرمائے۔ (آمین)

استفتاء

محققین علماء کرام کی کتابوں میں یہ مسئلہ واضح طور پر ذکر کیا گیا ہے کہ جمہور احناف اور موالک وحنابلہ تینوں مذاہب نے رؤیت ہلال میں اختلاف مطالع کو غیر معتبر قرار دیا ہے۔ البتہ شوافع نے اختلاف مطالع کو اعتبار دیا ہے اور یہ مسئلہ بھی واضح طور پر ذکر کیا گیا ہے کہ ریڈیو، ٹیلیفون اور ٹیلیگراف کی خبر پر رؤیت ہلال میں اعتماد کرنا درست ہے۔

تفصیل ذکر کرنے سے پہلے یہ عرض کرتا ہوں کہ اگر مندرجہ ذیل تحقیقات کے مطابق جن ممالک میں ایک دن رات کا فرق نہ ہو ان ممالک اسلامیہ میں روزہ اور عید متفرق ایام کے بجائے بہتر یہ ہوگا کہ سب اسلامی ممالک ایک ہی دن میں روزہ، عید اور عرفہ میں ایک دوسرے کیساتھ متفق ومتحد ہوں۔ اور سرکاری ذرائع ابلاغ بروئے کار لاکر ایک ملک والے دوسرے ملک والوں کو رؤیت ہلال پر باضابطہ طور پر مطلع کرتے رہیں اور صوم وعید میں اسلامی ملکوں کا باہمی اتفاق ہو، فقہی نقطہ نظر سے بھی اس میں کوئی اشکال باقی نہیں رہیگا اور عام مسلمان روزہ اور عید کی تشویشات سے بچ سکیں گے۔ کیا آپ اس مسئلہ میں کہ ملت اسلامیہ کے صوم وعیدین ایک ہوں ہمارے ساتھ متفق ہیں یا نہیں؟ کیا آپ مندرجہ ذیل تحقیقات کے ساتھ اتفاق کرتے ہیں یا نہیں؟ آپ اپنی رائے گرامی سے ہمیں مطلع فرمائیں۔

محققین علماء اکرام کی تحقیقات : یہاں مزید تفصیلات کی گنجائش نہیں لہذا صرف دو محققین حضرات کی تحقیق پر اکتفاء کیا جارہا ہے۔ جو آج تک بقید حیات ہیں۔ (۱) الشیخ الدکتور وھبۃ الزحیلی صاحب مدظلہ، دمشق، شام (۲) الشیخ حضرت العلامہ مفتی رشید احمد صاحب مدظلہ، کراچی۔

(اگر اس مسئلہ میں کسی صاحب کو کوئی اشکال ہو تو بندہ کی طرف رجوع کرسکتا ہے)۔

علامہ دکتور وھبۃ الزحیلی اپنی کتاب "الفقہ الاسلامی وادلتہ" (ج ۲ ص ۶۰۵ / ۶۱۰) میں ائمہ اربعہ کے مذاہب کو نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

"المطلب الثالث ، اختلاف المطالع، اختلف الفقهاء علی رأیین فی وجوب الصوم وعدم وجوبه علی جمیع المسلمین فی المشارق والمغارب فی وقت واحدٍ بحسب القول باتفاق مطالع القمراواختلاف المطالع ففی رأی الجمهور: یوجدالصوم بین المسلمین ولا عبرة باختلاف المطالع وفی رأی الشافعیة یختلف بدء الصوم والعید بحسب اختلاف مطالع القمربین مسافات بعیدة ولاعبرة فی الاصح بماقاله بعض الشافعیة من ملاحظة الفرق بین البلدالقریب والبعید بحسب مسافة القصرهذا ومع العلم بأن نفس اختلاف المطالع لانزاع فیه، فهوامرواقع بین البلاد البعیدة کاختلاف مطالع الشمس ولاخلاف فی أن للامام الامربالصوم بما ثبت لدیه لان حکم الحاکم یرفع الخلاف واجمعواأنه لایراعی ذالك فی البلدان النائیة جداً کالاندلس والحجاز، واندونیسیا والمغرب العربی۔ (ردالمختارلابن عابدین: ۱۳۱/۲، مجموعة رسائل ابن عابدین : ۲۵۳/۱۔ تفسیر القرطبی: ۲۹٦/۲، فتح الباری: ۸۷/٤، المجموع: ۳۰۰/٦، بدایة المجتهد ۲۷۸/۱، القوانین الفقهیة : ص ۱۱٦) واذکر اولاً عبارات الفهقاء فی هذالموضوع المهم ۔قال الحنفیة: اختلاف المطالع ، ورؤیة الهلال نهاراًقبل الزوال وبعده غیرمعتبرعلی ظاهرالمذهب ، وعلیه اکثرالمشائخ ، وعلیه الفتویٰ فلیزم أهل المشرق برؤیة اهل المغرب اذاثبت عندهم رؤیة اولیك بطریق موجب کان یتحمل اثنان الشهادة اویشهدا علی حکم القاضی، اویستفیض الخبر، بخلاف ماذا اخبرأن أهل بلدة کذارأوه: لانه حکایة۔ (الدرالمختاروردالمحتار: ۱۳۱/۲۔۱۳۲، مراقی الفلاح: ص ۱۰۹ ۔وقال المالکیة: اذارأی الهلال عم الصوم سائرالبلاد قریباً اوبعیداً ولایراعیٰ فی ذالك مسافة قصر، ولااتفاق المطالع وعدمها ، فیجب الصوم علی کل منقول الیه ان نقل ثبوته بشهادة عدلین اوجماعة مستفیضة أیٔ منتشرة، الشرح الکبیر : ۵۱۰/۱، بدایة المجتهد: ۲۲۸/۱ ومابعدها، القوانین الفقهیة: ص ۱۱٦ وقال الحنابلة : اذاثبت رؤیة الهلال بمکان قریباً کان او بعیداً لزم الناس کلهم الصوم، وحکم من لم یره حکم من رآه، کشاف القناع : ۳۵۳/۲ ۔ واما الشافعیة فقالوا: اذارئی الهلال ببلدلزم حکمه

البلدالقريب لاالبعيد بحسب اختلاف المطالع فى الاصح ـ المجموع: ٦/٢٩٧ـ٣٠٣‘ مغنى المحتاج: ١/٤٢٢ـ ٤٢٣ ـ ادلة الجمهور: استدلوا بالسنة والقياس ـ

اماالسنة فهوحديث أبى هريرةؓ وغيره : صوموالرؤيته وافطروالرؤيته فان اغمى عليكم الهلال فاكملوا عدة شعبان ثلاثين ـ رواه البخارى ومسلم (نيل الاوطار: ٣/١٩١) فهو يدل على أن ايجاب الصوم على كل المسلمين معلق بمطلق الرؤية والمطلق يجرى على اطلاقه ـفتكفى رؤية الجماعة أوالفردالمبقول الشهادة واماالقياس فأنهم قاسوا البلدان البعيدة على المدن القريبة من بلدالرؤية اذلافرق والتفرقة تحكم لاتعتمد على الدليل ـ هذا وقدذكرابن حجرفى الفتح سته اقوال فى الموضوع وقال الصنعانى والاقرب لزوم أهل بلدالرؤية ومايتصل بها من الجهات التى على سمتها أى على خط من خطوط الطول: وهى مابين الشمال الى الجنوب اذبذالك تتحدالمطالع وتختلف المطالع بعدم التساوى فى طول البلدين أوباختلاف درجات خطوط العرض: وقال الشوكانى : ان الحجة انما هى فى المرفوع من رواية ابن عباسؓ لافى اجتهاده الذى فهم عنه الناس ـ والمشاراليه بقوله : هكذاأمرنا رسول الله ﷺ وقوله : فلانزال نصوم حتىٰ نكمل الثلاثين ـ والامر الوارد فى حديث ابن عمرؓ ‘ لايختص بأهل ناحية على جهة الانفراد بل هوخطاب لكل من يصلح له من المسلمين : فالاستدلال به على لزوم رؤية اهل بلدلغيرهم من اهل البلاد اظهر من الستدلال به على عدم اللزوم لأنه ازارأه اهل بلدفقدرأه المسلمون فليزم غيرهم مالزمهم والذى ينبغى اعتماده هو ماذهب اليه المالكية وجماعة من الزيدية واختاره المهدى منهم وحكاه القرطبى عن شيوخه أنه اذارأه اهل بلدلزم اهل البلادكلها ـ نيل الاوطار : ٣/١٩٥ ـ وهذاالرأى (رأى الجمهور) هو الراجح لدىّ توحيداًللعبادة بين المسلمين : ومنعاً من الاختلاف غيرالمقبول فى عصرنا ولان ايجاب الصوم معلق بالرؤية دون تفرقة بين الاقطار ـ والعلوم الفلكية تؤيدتوحيد اول الشهر بين الحكومات الاسلامية لان أقصى مدة بين مطلع القمرفى اقصى بلد اسلامى وبين مطلعه فى اقصىٰ بلد اسلامى آخرنحو ٩ ساعات فتكون بلادالاسلام كلها مشتركة فى اجزاء من الليل تمكنها من

الصيام عندثبوت الرؤية والتبليغ بها برقياً أوهاتفياً ۔ كتاب الشيخ محمد ابوالعلاء البنا مدرس الفلك بكليه الشريعة بالازهر : ص ٤٤ ۔

حضرت زحیلی صاحب کی تحقیق کا خلاصہ : جمہور حنفیہ، مالکیہ، حنبلیہ کے نزدیک اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں ہے اور یہ قول مفتی بہ ہے۔ تمام امت مسلمہ کا صوم و عید کا دن ایک ہے۔ عالم اسلام صوم و عید کی خبر رسانی کیلئے ٹیلی فون، فیکس، ای میل، تار برقی وغیرہ کا سبک رفتار نظام استعمال کرے اگر حاکم وقت کسی خبر پر مطمئن ہوا تو اس خبر پر صوم و عید کا اعلان کر سکتا ہے۔

حضرت العلامہ مفتی رشید احمد صاحب مد ظلہ نے اپنی کتاب "احسن الفتاویٰ" ج ۴ ص ۴۹۹ میں ایک رسالہ "الطوالع لتنویر المطالع" کے نام سے قلمبند کیا ہے۔ اس رسالے کا خلاصہ یہ ہے۔ (لاعبرۃ لاختلاف المطالع) ہم اس رسالے سے کچھ عبارت نقل کرتے ہیں۔ اگر مزید تفصیل کی ضرورت ہو تو "احسن الفتاویٰ" کی طرف رجوع کر کے تشفی حاصل کریں۔

حضرت مفتی صاحب لکھتے ہیں۔ شوافع کے سوا اور کسی مذہب میں بھی اختلاف مطالع معتبر نہیں۔

سوال : زید کہتا ہے کہ ایک علاقہ میں رؤیت ہلال کیوجہ سے دوسرے علاقہ میں صوم واجب نہیں کیا زید کا قول صحیح ہے ؟۔

الجواب : زید کا یہ قول صحیح نہیں۔ صوم میں اختلاف مطالع صرف شوافع حضرات کے ہاں معتبر ہے۔ باقی ائمہ کے ہاں معتبر نہیں۔ حنفیہ، حنابلہ اور مالکیہ کا اتفاق ہے کہ اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں بلکہ اہل مغرب کی رؤیت سے اہل مشرق پر صوم فرض ہو جائیگا۔" قال فی شرح التنویر' واختلاف المطالع ورؤيته نهاراًقبل الزوال وبعده غيرمعتبر علىٰ ظاهرالمذهب وعليه اكثر المشائخ وعليه الفتوىٰ ۔ بحرعن خلاصه ۔ فيلزم اهل المشرق برؤية اهل المغرب اذا ثبت عندهم رؤية اوليك بطريق موجب كمامروقال الزيلعى الاشبه ان يعتبر لكن قال الكمال الاخذ بظاهر الرواية احوط وقال في الشامية وانما الخلاف فى اعتبار اختلاف المطالع بمعنى انه هل يجب علىٰ كل قوم اعتبار مطلعهم ولايلزم احدا العمل بمطلع غيره ام لايعتبر اختلافها بل يجب العمل بالاسبق رؤية حتى لو رؤى فى المشرق ليلة الجمعة وفى المغرب ليلة السبت وجبت على اهل المغرب بما رآه اهل المشرق فقيل بالاول واعتمده

الزیلعی وصاحب الفیضی وھوالصحیح عندالشافعیة (الیٰ قوله) وظاھرالروایة الثانی وھوالمعتمد عندنا وعندالمالکیة والحنابله لتعلق الخطاب عاماً بمطلق الرؤیة فی حدیث صوموا لرؤیته الخ ۔ (ردالمحتارج۲ ص ۹٤ مطلب فی اختلاف المطالع) وقال ابن عابدین فی رسالته المسمیٰ ' تنبیه الغافل والوسنان علی احکام ھلال رمضان ۔ لکن المعتمد الراجع عندنا انه لااعتبار به (ای باختلاف المطالع) وھو ظاھر الروایة وعلیه المتون کاالکنزوغیره وھو الصحیح عندالحنابلة کما فی الانصاف وکذا ھو مذھب المالکیة (الیٰ ان قال) قال العلامة المحقق الشیخ کمال الدین بن الھمام فی فتح القدیر واذا ثبت فی مصرلزم سائر الناس فیلزم أھل المشرق برؤیة اھل المغرب فی ظاھر المذھب ۔ والاخذ بظاھر المذھب احوط ۔ قال فی الفتاویٰ التتارخانیه وعلیه فتویٰ الفقیه أبی اللیث وبه کان یفتی الامام الحلوانی وکان یقولُ لورأه اھل المغرب یجب الصوم علی اھل المشرق وفی الخلاصة وھوظاھر المذھب وعلیه الفتویٰ ۔ ثم اجاب المحقق ابن الھمام عن الحدیث المماربقوله وقد یقال ان الاشارة فی قوله ھکذا الیٰ ماجریٰ بینه وبین رسول ام الفضل وحٍ لادلیل فیه لان مثل ماوقع من کلامه لووقع لنالم نحکم به لانه لم یشھد علی شھادة غیره ولاعلی حکم الحاکم ۔ فان قیل اخباره عن صوم معاویةؓ یتضمنه لانه الامام یجاب بانه لم یأت بلفظة الشھادة ولوسلم فھو واحد لایثبت بشھادته وجوب القضاء علی القاضی ۔ (رسائل ابن عابدین ج۲ ص ۲۵۱) رسائل ابن عابدین

کا حوالہ احسن الفتاویٰ میں مذکور نہیں ہے تاہم تائید کیلئے ذکر کیا گیا ہے۔ آگے چل کر حضرت مفتی صاحب لکھتے ہیں ۔ علامہ ابن عابدینؒ نے عدم اعتبار اختلاف مطالع کو صرف صوم کے ساتھ مخصوص قرار دیا ہے۔حج اور قربانی وغیرہ میں اختلاف مطالع کو معتبر تسلیم کیا ہے۔ مگر حکیم الامت قدس سرہ العزیز نے عدم اعتبار کو جملہ اھلہّ کیلئے عام قرار دیا ہے۔ انہوں نے امداد الفتاویٰ سے حکیم الامت صاحب کی رائے نقل کی ہے۔ہم بغرض اختصار اسے حذف کرتے ہیں۔

حضرت مفتی صاحب مزید لکھتے ہیں کہ حضرت مولانا عبدالحیٔ صاحب نے پہلے مجموعۃ الفتاویٰ جلد

دوم میں اختلاف مطالع کے قول کو ترجیح دی ہے مگر جلد سوم ص ۷۰ پر جمہور کے قول کے مطابق مطابق عدم اعتبار کا فتویٰ دیا ہے۔ بدائع کی عبارت سے جواب دیتے ہوئے رقم طراز ہیں بدائع کی عبارت یہ ہے :" قال فی البدائع هذا اذاکانت المسافة بین البلدین قریبة لاتختلف فی المطالع فاما اذاکانت بعیدة فلایلزم احد البلدین حکم الآخر لان مطالع البلاد عند المسافة الفاحشة تختلف فیعتبر فی اهل کل بلد مطالع بلدهم دون البلاد الاخر ـ جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ صاحب بدائع نے یہ کہا ہے کہ ایک بلد کا حکم دوسرے بلد میں لازم نہیں یہ نہیں کہا ہے کہ ایک بلد کا حکم دوسرے بلد میں جائز نہیں۔ یعنی بدائع کی عبارت میں اختلاف مطالع کے اعتبار یا عدم اعتبار کا بیان مقصود نہیں بلکہ مقصد یہ ہے کہ اگر دو شہر آپس میں اتنے قریب ہوں کہ اگر ان میں اختلاف مطالع کا کوئی امکان نہ ہو تو یہ دونوں ایک شہر کے حکم میں ہوں گے یعنی ایک شہر میں ثبوت رؤیت کی خبر دوسرے شہر والوں پر حجۃ ملزمہ ہوگی وہاں کسی علیحدہ حجت کی ضرورت نہیں۔ اس کے برعکس اگر دو شہروں کا مطلع مختلف ہے تو اگرچہ یہ اختلاف مطالع عندالاحناف ظاہر الروایۃ پر معتبر نہیں، مگر ایک شہر میں ثبوت کی خبر دوسرے شہر والوں پر حجۃ ملزمہ نہ ہوگی بلکہ ان کیلئے مستقل حجت (شہادت علی الشہادت یا شہادت علی القضاء یا استفاضہ) ضروری ہے۔ ریڈیو ٹیلیفون، تار برقی۔

حضرت مفتی صاحب احسن الفتاویٰ ج ۴ ص ۴۷۹ میں لکھتے ہیں۔ ۱۶۔ ستمبر ۱۹۵۴ء کو مدرسہ قاسم العلوم میں مفتیان پاکستان کا ایک اجتماع کرایا اور دو دن مکمل بحث کے بعد جو فیصلہ ہوا سب علماء کی تصدیقات حاصل کرنے کے بعد اب اس کو مسلمانوں کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے۔ اختصار کیلئے ہم نے درمیان سے کچھ عبارات حذف کردی۔ آگے لکھتے ہیں۔ (۲) ریڈیو، ٹیلی فون تار برقی، خط اور اخبار میں یہ فرق ہے کہ تار برقی اور اخبار سوائے صورت استفاضہ کے ہرگز معتبر نہیں البتہ خط بشرط معرفۃ الکاتب وعدالتہ اور ریڈیو، ٹیلیفون بشرط معرفۃ صاحب الصوت وعدالتہ درجہ اخبار میں معتبر ہوں گے۔ شہادت میں نہیں ہوں گے۔ ریڈیو میں یہ شرط اثبات رؤیت کیلئے ہے فیصلہ نشر کرنے کیلئے نہیں بلکہ اتنا کافی ہے کہ ریڈیو قابل اعتماد نظم کے ماتحت ہو۔ (۳) مجلس

نے یہ بھی طے کیا ہے کہ اگر جماعت علماء مجاز کے سامنے احکام شرع ہلال صوم یا فطر ثابت جائے اور اس کا اعلان ریڈیو میں حاکم مجاز کی طرف سے ہو تو اس کے حدود ولایت میں سب کو اس عمل کرنا لازم ہوگا۔ حضرت مفتی صاحب نے اس مضمون کا نام (علماء کا متفقہ فیصلہ) رکھا ہے اور اس کے اخیر میں ۴۲ علماء کرام ومفتیان عظام کی تصدیقات درج کی ہیں۔ اختصار کے پیش نظر چند اسماء گرامی لکھتے ہیں۔ تشفی حاصل کرنے کیلئے اصل کتاب کی طرف رجوع کیا جائے۔

(۱) حضرت مولانا خیر محمد صاحب، خیر المدارس ملتان (۲) حضرت مولانا مفتی محمود صاحب مفتی قاسم العلوم ملتان (۳) حضرت مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی تھانوی (۴) حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری (۵) شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک (۶) حضرت مولانا عزیز الرحمٰن صاحب دار العلوم دیوبند۔

حضرت مفتی صاحب کی بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ اختلاف مطالع معتبر نہیں ہے اگر ریڈیو قابل اعتماد حاکم کے ماتحت ہو تو ریڈیو کی خبر پر اعتماد کرنا درست ہے اگر ریڈیو حاکم مجاز کی طرف سے ہو تو اس کے حدود ولایت میں سب کو اس پر عمل کرنا لازم ہوگا۔

بقیہ صفحہ ۵۵ سے

ومستشرہیں۔ (۱۹). یہ کتاب ختم نبوت اور فضیلت محمدیؐ جیسے عظیم موضوعات کا احاطہ کرتی ہے اب اگر ان پر انکار ختم نبوت ہی کا الزام آئے تو اسے کیا کہے گا (ملاحظہ فرمائیں مولانا احمد رضاخان بریلوی کی کتاب حسام الحرمین۔ طبع ۱۹۷۵ء۔ ص: ۳۰)۔ (۲۰). مولانا حسین احمد نجیب نے "مناظرہ عجیب" کے نام سے تحذیر الناس کے مشکل مقامات کی تشریح وتوضیح کی ہے۔ مکتبہ قاسم العلوم، کراچی سے اول بار جولائی ۱۹۷۸ء میں شائع ہوئی۔

(۲۱). پنڈت دیانند سرسوتی کے ۱۰ اعتراضات کے جواب میں مرتب ہوئی۔ حضرت کے مایہ ناز شاگرد فخر الحسن گنگوہی کے مقدمہ کے ساتھ کراچی اور لاہور سے متعدد ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ عام دستیاب ہے۔ (۲۲). قبلہ نما انتصار الاسلام کی دوسری جلد کہا جاسکتا ہے۔ جس میں پنڈت سرسوتی کے ایک اعتراض کا جواب دیا گیا ہے۔ یہ کتاب بازار میں دستیاب نہیں ہے البتہ دیوبند مکتب فکر کے کتب خانوں میں ملتی ہے مثلاً اس کا ایک نسخہ کتب خانہ اعزازیہ دیوبند کا، جس پر اشاعت درج نہیں ہے۔ جامعہ اشرفیہ کی الصیانہ لائبریری میں موجود ہے۔ حالت اس کی بھی نازک ہے۔

(۲۳). مگر وہ علم کے موتی کتابیں اپنے آبا کی" اقبال کا مصرعہ ہے جو نظم "خطاب بہ جوانان اسلام" محررہ ۱۹۱۲ء سے تعلق رکھتا ہے۔ (۲۴). علامہ اقبال، زبور عجم، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، طبع اول ۱۹۹۱ء، ص: ۱۰۶۔

جناب محمد یونس میو صاحب (ڈسکہ)

تحقیق میں حواشی و تعلیقات کی اہمیت

☆☆☆☆☆☆☆☆
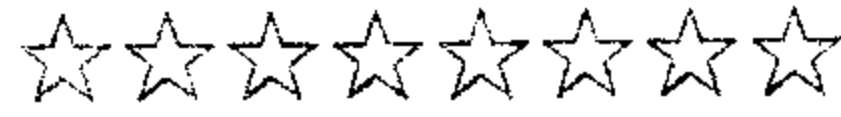
قدیم اور جدید تحقیق میں حاشیہ نگاری کو بڑی اہمیت حاصل رہی ہے ۔ حواشی و تعلیقات وغیرہ اگرچہ متن کے باہر کا عمل تصور کیے جاتے ہیں لیکن مسلمانوں کی علمی و تحقیقی کاوشوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ متن اور حواشی کا آپس میں دامن چولی کا ساتھ رہا ہے ۔ کسی بھی متن کی افادیت کیلئے حواشی و تعلیقات کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا ۔ " حواشی ، حوالہ جات اور اقتباسات جدید تحقیق کا ایک لازمی جز تصور کئے جاتے ہیں اور ان کے بغیر کوئی تحقیق معتبر نہیں مانی جاتی ۔ (۱) ۔ تحقیق میں حواشی کا استعمال قدیم سے چلا آرہا ہے ۔ مسلمان مفسرین نے اپنی تفاسیر اور محدثین نے احادیث کی شروح کے مشکل اور دقیق نکات کی تسہیل و تفہیم کیلئے حواشی کا استعمال کیا ہے اور یہ طریقہ بہت کامیاب رہا ہے ۔ عربی کے علاوہ یہ اردو تفاسیر میں مروج ہے ۔ مولانا اشرف علی تھانوی کی معروف تفسیر " بیان القرآن " (۲) ۔ عربی اور اردو کے حواشی ملاحظہ کیے جاسکتے ہیں ۔ یہ حواشی زیادہ تر رموز تصوف کے متعلق ہیں جنکی وجہ سے اس تفسیر میں متصوفانہ رنگ پیدا ہوگیا ہے ۔ تفسیر عثمانی (۳) کا حاشیہ بہت جامع حیثیت رکھتا ہے ۔ بلاد عرب میں یہ تفسیر بہت معروف ہوئی ہے ۔ ڈاکٹر ولی رازی نے اسے دو جلدوں میں باقاعدہ تفسیری انداز میں لکھا ہے ۔ الغرض یہ انداز تفسیر و شرح قدیم سے چلا آرہا ہے ۔ پروفیسر سعید الدین ڈار فرماتے ہیں تحقیق میں حواشی کا استعمال کوئی نئی چیز نہیں ہے ۔ مسلمان مفسرین نے قرآن مجید کے معانی و مطالب کو احسن طریقے پر سمجھانے کیلئے حواشی کو ذریعہ بنایا ۔ (۴) ۔ موجودہ زمانے کی جدید تفاسیر میں یہ طریقہ مستعمل ہے ۔ مثلاً " تفہیم القرآن " کے حواشی ایک عمدہ مثال کہی جاسکتی ہے ۔ وہ یوں کہ ہر صفحہ پر متن قرآن کے نیچے بامحاورہ ترجمہ (۵) پر حاشیہ لگائے گئے ہیں ۔ اس تفسیر میں مختصر اور مفصل ہر دو طرح کے حواشی ملتے ہیں مثلاً سورۃ بقرہ کے کل

۳۴۲ حواشی ہیں ۔ ان میں سے حاشیہ نمبر ۲۶۸ اور ۳۲۰ طویل ترین جبکہ مختصر ترین حاشیہ ۳۲۵ نمبر ہے ۔ (۶) ۔ حاشیہ کی ایک قدیم قسم " التعلیق " یا التعلیقات " ہے جن کی اہمیت اور افادیت کو جدید تحقیق نے بھی تسلیم کیا ہے ۔ فنی اعتبار سے حواشی اور التعلیقات میں کوئی قابل ذکر فرق نظر نہیں آتا ،

تاہم لغات میں یہ فرق کچھ واضح ہوتا ہے۔ حواشی عربی کے لفظ "حاشیہ" کی جمع ہے لغت میں اس کے مختلف معانی ہیں۔ مثلاً "کنارہ، گوٹ، سنجاف، کتاب یا ورق کے چاروں طرف خالی حصہ، شرح جو کسی کتاب کے متن سے باہر لکھی جائے۔ (۷)۔ اسی لغت میں تعلیق کے معانی یوں بیان ہوئے ہیں۔

"ایک چیز کو دوسری چیز سے متعلق کرنا، لٹکانا، دیر لگانا، ایک قسم کا خط جو ایرانی لکھتے ہیں۔ ملتوی کرنا، مشابہت" (۸)۔ لغت کی ایک اور کتاب (۹) میں "التعلیق" کا معانی لکھا ہے "کتاب کا حاشیہ" یہ لغت حاشیہ کے بارے میں لکھتی ہے "گوٹ کنارہ، اہل وعیال اپنے خاص لوگ، کتاب کا حاشیہ، یہ تمام معانی المنجد (۱۰) نے بھی بیان کئے ہیں۔ ایک اور معروف لغت (۱۱) میں یہی معانی بیان ہوئے ہیں۔

"کتاب یا ورق کے چاروں طرف کا کنارہ، کپڑے کا کنارہ، لکھتے ہوئے صفحہ کا چاروں طرف کا کنارہ، نوٹ، فٹ فوٹ، شرح کی شرح، شال، رومال اور قالین وغیرہ کے گرد کناروں پر بنے ہوئے بیل بوٹے۔ تعلیق کے بارے میں لکھا ہے "لٹکانا، کسی چیز کو دوسری چیز سے متعلق کرنا" (۱۲)۔ مذکورہ بالا لغوی بحث کے پیش نظر کہا جاسکتا ہے کہ مقاصد کے اعتبار سے یہ مترادف الفاظ ہیں جیسا کہ المنجد میں مذکور ہے کہ حاشیہ کتاب دونوں کو شامل ہے۔ معانی کا یہ باہمی اشتراک تمام لغات نے بیان کیا ہے صرف الفاظ کا فرق دیکھنے میں آتا ہے۔ تاہم کہا جاسکتا ہے کہ التعلیق اس تشریح کو کہتے ہیں جو موضوع سے متعلق ہو جبکہ حاشیہ موضوع دونوں کو شامل ہے۔ عام طور پر حواشی متن کے نیچے اسی صفحہ پر لکھے جاتے ہیں جبکہ التعلیقات متن کے آخر میں دیئے جاتے ہیں۔ بعض مفسرین نے کتب حدیث کے التعلیقات علیحدہ کتب کی شکل میں بھی مرتب فرمائے ہیں۔ سید مظفر حسین برنی نے "اقبال" کے تمام خطوط کو تاریخ وار "کلیات مکاتیب اقبال" (۱۳) کی شکل میں مرتب کیا ہے۔ آپ نے کلیات کے آخر میں مفصل حواشی اور التعلیقات تحریر فرمائے ہیں۔ عام تحقیق کتب اور نمبروں میں حواشی اور تعلیقات کو متن کے آخر میں یکجا بھی بیان کردیاجاتا ہے۔ حواشی والتعلیقات کہیں رکھ لیجئے مقاصد دونوں کا ایک ہی ہے۔ البتہ ایک اضافی کام حاشیہ سے لیاجاتاہے یہ دراصل حوالہ ہے کہ "حاشیہ میں ان کتابوں، تحریروں،دستاویزات وغیرہ کا اعتراف کیاجاتا ہے جن سے کوئی مصنف استفادہ کرتا ہے۔ اس سے تصدیق مواد میں مدد ملتی ہے اور اگر کوئی چاہے تو مواد تک رسائی بھی آسان ہوجاتی ہے (۱۴)۔ ایک مقصد اور بھی بیان کیا جاتا ہے۔ "توضیح معانی ومطالب اور اضافی مواد بہم پہنچانا (۱۵)۔ بہرحال حواشی والتعلیقات کا سب سے بڑا مقصد معانی اور مطالب کی تشریح ہے۔ جو متن سے متعلق ہوتی ہے اور جس کے بغیر متن کی تفہیم میں مشکل پیش آسکتی ہے۔ پروفیسر رفیع الدین ہاشمی اردوادب اور اقبالیاتی ادب کے معروف محقق ہیں۔ اقبالؒ پر آپ ایک بہت بڑا حوالہ تسلیم کیے جاتے ہیں۔

"خطوط اقبال" بھی آپکی ایک عمدہ ترتیب ہے اپنے اسی مجموعہ کی ایک خصوصیت بیان کرتے ہیں۔ جس سے حواشی والتعلیقات کے مقاصد اور ان کی اہمیت وافادیت پر روشنی پڑتی ہے۔ "خط کے متن میں اگر کسی شخصیت، تحریک، کتاب یا مسئلے کا ذکر آیا ہے، تو حواشی میں اختصار کے ساتھ اس کا تعارف کرادیا ہے اور مبہم اشارات کی قدرے وضاحت کردی ہے۔ بعض مقامات پر حواشی قدرے طویل ہوگئے ہیں مگر مکاتیب کی تفہیم کیلئے ایسا ہونا ناگزیر تھا۔ ممکن ہے علماء اقبال ان حواشی کو غیر ضروری تفصیل قرار دیں مگر میرے پیش نظر وہ عام قارئین ہیں جن کے لئے حواشی اور تعلیقات کے بغیر خطوط کے بعض مقامات کو سمجھنے میں دقت پیش آسکتی ہے۔ سابقہ مجموعوں میں بجز مکتوبات اقبال بنام نذیر نیازی" اور "مکاتیب اقبال بنام گرامی" کے کسی بھی مجموعے میں اس بات کا خیال نہیں رکھا گیا۔ نتیجہ یہ ہے کہ آج ہمیں متعدد مقامات کو سمجھنے میں الجھن پیش آتی ہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ حواشی و تعلیقات کی اہمیت اور قدروقیمت میں اضافہ ہوتا جائیگا" (۱۶)۔

مندرجہ بالا اقتباس سے معلوم ہوتا ہے کہ حواشی والتعلیقات کا بنیادی مقصد قارئین تک کسی بھی تحریر کا مکمل مفہوم پہنچانا ہے خواہ وہ کسی کتاب سے ہو، کوئی دستاویز ہو یا کوئی خط، حواشی کی ضرورت اس وقت اور زیادہ بڑھ جاتی ہے جب مضامین ادق اور ضروری ہوں، مثلاً مولانا محمد قاسم نانوتویؒ بانی دارالعلوم دیوبند کی اکثر کتب متکلمانہ رنگ لئے ہوئے ہیں (۱۷)۔ اور آپ جانتے ہیں کہ اس زمانے میں اسلام کو نقل کے علاوہ عقل سے ثابت کرنے کی ضرورت ہے، مشاہدے اور تجربے سے اسلام کی حقانیت کو ثابت کرنے کی ضرورت ہے لیکن عوام تو کیا خواص بھی حضرت کی کتب سے خاطر خواہ استفادہ نہیں کرسکتے۔ یہاں تک کہ ان کتب کو نئے سرے سے مع حواشی والتعلیقات کے شائع کیاجائے۔ پھر آپ کے خطوط (۱۸) کو یکجا کرکے ان پر حواشی تحریر کیے جائیں۔ اکابرین دیوبند علمی اصطلاحوں میں گفتگو کرتے ہیں جن کو سمجھنا ایک عام آدمی کے بس کا روگ نہیں ہے۔ ہاں ان سے مزید غلط فہمی اور بدگمانی کا شکار ہوسکتے ہیں جیسا کہ حضرت نانوتویؒ کی شاہکار کتاب "تحذیر الناس" (۱۹) کے ساتھ ہوا۔ اللہ کی قدرت دیکھئے اس کتاب کی شرح (۲۰) بھی لکھی گئی ہے تو یہ شرح بھی شرح کی محتاج ہے۔ انتصار الاسلام (۲۱) اور قبلہ نما (۲۲) جیسی کتب کے مضامین حواشی والتعلیقات کے منتظر ہیں اگر آپ کی کتب کی تسہیل نہ لکھی گئی تو بہت جلد یہ کتب بے اعتنائی کا شکار ہوکر نایاب ہوجائیں گے۔ اور مسلمان ایک بہت بڑے علمی سرمایہ سے محروم ہوجائیں گے۔ طبقہ دیوبند کے علماء کی توجہ کسی اور طرف ہے وہ نئی تحقیقات تو لارہے ہیں لیکن "کتابیں اپنے آبا کی" (۲۸) کے مصداق اپنے بزرگوں کی کتب سے بے نیاز ہوئے جاتے ہیں۔ اسلامی روایات کا تسلسل اور بقا بھی تو دارالعلوم

دیوبند کا ایک مقصد ہے پھر کیا ہوا کہ اس رشتہ کو مضبوط نہیں کیا جارہا۔ اگر یہ کام کسی میرے جیسے خام اور نا پختہ ذہن سے ہوسکتا تو اور بات تھی لیکن آپ جانتے ہیں کہ "یہ سنگ گراں ہم سے اٹھایا نہ جائیگا" وہ بات دوسری ہے کہ عاشق لوگ پہاڑوں کو اپنے کاندھوں پر اٹھائے ہوتے ہیں۔

تیشہ گر بنیگ زد ایں چہ مقام گفتگو است   عشق بدوش می کشد ایں ہمہ کوہسار را (۲۴)

لیکن یہ تو صرف بات ہی ہے نا، آپ جانتے ہیں بات سے بات تو نکل آتی ہے لیکن صرف بات سے بات نہیں بنتی اس کے لئے کام کرنا پڑتا ہے جو آپ حضرات بہتر طریقے پر کرسکتے یہی وجہ ہے کہ عوام الناس کو جب بھی کوئی دینی وعلمی احتیاج درپیش ہوتی ہے تو وہ علماء دیوبند کی طرف ہی رجوع کرتے ہیں اور آپ ان کو مایوس نہیں کرتے۔ (انشاء اللہ)

حواشی

(۱)۔ سعیدالدین ڈار، پروفیسر، "تحقیق میں حوالہ جات اور اقتباسات" مسؤلہ تحقیق اور اصول وضع اصطلاحات پر منتخب مقالات" مرتبہ اعجاز راہی، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد (۱۹۸۶، ص ۱۳۳) (۲)۔ یہ تفسیر ۱۹۱۶ء میں دہلی سے پہلی مرتبہ شائع ہوئی۔ بعدازاں لاہور اور کراچی سے اس کے متعدد ایڈیشن شائع ہوئے۔ مکتبہ الحسن، لاہور نے بھی اسے بڑے سائز میں شائع کیا ہے۔ (۳)۔ ترجمہ شیخ الہندؒ کا ہے اور حاشیہ حضرت شبیر احمد عثمانی نے تحریر کیا ہے۔ دارالتصنیف، کراچی نے حضرت شیخ الہند کے مقدمے کے ساتھ شائع کی ہے۔ (۴)۔ تحقیق اور اصول وضع اصطلاحات پر منتخب مقالات، ص ۱۳۴ (۵)۔ مولانا مودودیؒ اس کو ترجمہ نہیں کہتے بلکہ "آزاد ترجمانی" کا نام دیتے ہیں۔ دیکھئے دیباچہ تفہیم القرآن، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، اشاعت پنجم ۱۹۸۵ء جلد اول، ص ۶۔ (۶)۔ تفہیم القرآن، جلد اول، ص ۲۱۹ تا (۷) فیروزالدین، مولوی (مرتب)، فیروزاللغات (اردو جامع) ۱۹۸۳ء ص ۵۶۰ (۸)۔ ایضاً، ۳۶۵ (۹)۔ عبدالحفیظ بلیاوی (مولانا) مصباح اللغات، مقبول اکیڈمی، لاہور، سن ندارد، ص ۵۷۳ (۱۰)۔ لوئیس معلوف، المنجد، مترجمین عبدالصمد صارم الازہری، مولانا نوراحمد قاسمی وغیرہ، داراشاعت کراچی، اشاعت دوم ۱۹۶۰ء، ص ۲۵۵ (۱۱)۔ نورالحسن نیر، مولوی، نوراللغات، مقبول اکیڈیمی، لاہور جلد دوم، ص ۷۴۴ (۱۲)۔ نوراللغات، حصہ دوم، ص ۲۰۵ (۱۳)۔ اردو کے خطوط کی تین جلدیں، اردو اکادمی، دہلی سے متعدد بار شائع ہوچکی ہیں۔ ان میں ۲۸ فروری ۱۹۹۸ء سے دسمبر ۱۹۳۴ء تک کے ۱۱۵۹ خطوط ملتے ہیں۔ (۱۴)۔ ایم سلطانہ بخش، ڈاکٹر، اردو میں اصول تحقیق، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۸۹ء، ص ۲۷۰ (۱۵)۔ تحقیق اور اصول وضع اصطلاحات، ص ۱۳۵ (۱۶)۔ رفیع الدین ہاشمی، ڈاکٹر خطوط اقبال، مکتبہ خیابان ادب، لاہور، ۱۹۷۶ء، ص ۲۳، ۲۴۔ (۱۷)۔ عبدالرشید ارشد، بیس بڑے مسلمان، مکتبہ الرشید، لاہور، اگست ۱۹۸۳ء، ص ۳۹۔ (۱۸)۔ تصفیۃ العقائد، فیوض قاسمیہ اور اسرار قرآنی جیسی کتب اور رسائل میں

(بقیہ ص ۵۱ پر)

جناب محمد عامر صاحب (برما رنگون)

ایک نظر اس ملک پر بھی

ملک برما ہندوستان وبنگلہ دیش سے بالکل ملا ہوا ایک ملک ہے۔ اسکی سرحدیں ملک چین اور تھائی لینڈ سے بھی ملی ہوئی ہیں۔ اس ملک کے چودہ صوبے ہیں۔ مختلف اقوام رہتی ہیں۔ بدھ مت مذہب والوں کی حکومت ہے۔ ان کی عبادت گاہ کو پھیا اور انگریزی میں PAGODA کہتے ہیں۔ شہر رنگون (یانگوں) اس کا دارالخلافہ ہے اور بیرونی ملکوں سے رابطہ بذریعہ ہوائی جہاز اور پانی جہاز اس شہر رنگون ہی سے ہوتا ہے۔ یوں برما ملک کے دوسرے بڑے اور اہم شہروں میں مانڈلے، مولمین پروم، ملکتیلا، مچینا، مرگوئی، ٹاوئی، اکیاب، بسین وغیرہ میں۔ بدھ مت مذہب والوں کے علاوہ مسلمان، عیسائی، چینی، ھندی اور دیگر اقوام شامل ہیں۔ ارکان صوبے میں روہنگیا (بنگالی) مسلمانوں کی اکثریت ہے اور ملک بھر میں مختلف رنگ ونسل والے مسلمان پھیلے ہوئے ہیں۔ بڑے شہروں میں تجارت کی منڈیوں میں جہاں اور مذاہب والے مثلاً چینی ہیں وہاں دوسرے نمبر پر مسلمان بھی بحمدللہ چھائے ہوئے ہیں۔ برما کے اکثر بڑے چھوٹے شہروں میں بڑی بڑی مساجد ہیں۔ بعض بڑے شہروں میں ۸۰ مسجدیں اور بعضوں میں ۱۵ / ۲۰ مسجدیں اور بعضوں میں ۴/۵ ہیں۔ رنگون اور مولمین شہر میں عربی درسگاہ (جو دارالعلوم کہلاتے ہیں) ۴/۵ ہیں اسی طرح ملک کے اور شہروں میں بھی ایک ایک دو دو مدارس ہیں۔ سب سے زیادہ صوبہ ارکان میں مدارس عربیہ ہیں۔ دینی مکتب ہر بڑے چھوٹے شہروں میں ہیں بعض جگہ مساجد ہی میں تعلیم دیجاتی ہے تو بعض جگہ الگ عمارت کی شکل میں ابتدائی دینی تعلیم کا نظام ہے اور کئی جگہ مفقود بھی ہے۔

مدرسہ حفظ القرآن میں مدرسہ صادقیہ برما بھر میں مشہور ومعروف ہے اور اس کے ماتحت مختلف علاقوں اور شہروں میں حفظ القرآن کے مکاتب تقریباً ۲۰ / ۱۵ چل رہے ہیں۔ ان کے علاوہ بھی بہت سے حفظ کے مدارس ہیں۔ تبلیغ جماعت بھی کافی محنت کررہی ہے۔ امیر جماعت حضرت مولانا حافظ محمد صالح صاحب مظاھری مدظلہ العالیٰ ہیں اور ان کے ساتھ پانچ شوریٰ کے احباب ہیں۔ جن میں خطیب برما حضرت مولانا محمود ماصاحب مظاہری بھی شامل ہیں۔ ملک برما کا تبلیغی مرکز رنگون شہر میں تچھاں پے مسجد جو ریلوے اسٹیشن اور بی اے فٹ بال گراؤنڈ کے بالکل متصل ہے۔

برما میں مسلمانوں کے چھ منتخب ادارے ہیں جن کو حکومت تسلیم کرتی ہے جس میں جمعیت العلماء اسلام کا ایک ادارہ بھی شامل ہے اور اسکا مرکزی آفس شہر رنگون کے وسط میں تجارتی حلقہ میں ہے۔ اور ہر بڑے شہروں میں بھی اس کی شاخیں کام کرتی ہے۔ اس ادارہ کے صدر حضرت مولانا مفتی محمود داؤد یوسف صاحب دامت برکاتھم ہیں (جو حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کے خاص متوسلین میں ہے) اسی طرح دیگر پانچ ادارے بھی اپنے اپنے سطح پر کام کرتے ہیں۔ اور ان میں سے ایک دو کی شاخیں بھی ملک بھر کے شہروں میں پائی جاتی ہیں۔ برما کے مسلمانوں کا اکثریتی علاقہ خطہ ارکان ہے وہاں پر روہنگیا زبان کے علاوہ مگ اور بری زبان ہے۔ انگلش کا تھوڑا بہت رواج ہے۔ رنگون، مانڈلے، میمو، ٹاونجی اور اس قسم کے چند ایک شہروں میں اردو بولنے والے اشخاص بھی پائے جاتے ہیں۔ ہندوپاک سے علماء کرام اور تبلیغی جماعتیں آتی رہتی ہیں۔ عوام وخواص بڑے شوق سے انکے پروگراموں میں شریک ہوتے ہیں۔ انکی تقاریر اردو زبان میں ہوتی ہیں اور ملکی زبان میں ترجمہ کا بھی اہتمام کیا جاتا ہے۔ عوام میں علماء کرام کی عزت اور قدردانی کا جذبہ خاصا پایا جاتا ہے۔

بقیہ صفحہ ۵۹ سے

تشریف لا چکے ہیں۔ انہوں نے دارالعلوم کو اپنا دوسرا گھر قرار دیا اور یہاں کے روحانی اور مذہبی ماحول کو سراہا۔

دارالعلوم کے مخلص اور ہمدرد معاون مولانا محمد صادق کو صدمہ: گذشتہ دنوں مولانا محمد صادق صاحب سرگودھا کی والدہ کا انتقال ہوا۔ حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ تعزیت کیلئے سرگودھا تشریف لے گئے اور تعزیتی جلسے سے خطاب کیا۔ اللہ تعالیٰ مرحومہؒ کو جوار رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل سے نوازے۔ (آمین) ہم اور ادارہ مولانا کے ساتھ اس عظیم سانحہ میں شریک غم ہیں۔

اسی طرح دارالعلوم کے ایک اور مخلص مولانا محمد عمر کاموی کے والد وکیل میاں عبدالعزیزؒ گذشتہ دنوں پشاور میں انتقال ہوا۔ قارئین الحق سے ان کے رفع درجات کیلئے دعا کی درخواست ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحومؒ کو بخشے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطاء فرمائے (آمین)۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

دار العلوم کے شب و روز

جناب شفیق الدین فاروقی

مولانا سید یوسف شاہ صاحب کو صدمہ : دار العلوم حقانیہ کے مدرس، ترجمان دین کے ایڈیٹر، حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کے سیکرٹری اور جمعیت علماء اسلام صوبہ سرحد کے سیکرٹری اطلاعات مولانا سید یوسف شاہ صاحب کے والد ماجد مولانا سید محمد یعقوب شاہ صاحبؒ گذشتہ دنوں مختصر علالت کے بعد حرکت قلب بند ہونے کے باعث انتقال فرما گئے۔ مولانا مرحومؒ ممتاز عالم دین اور جمعیت علماء اسلام لکی مروت کے سرپرست اور رہنما تھے۔ مولانا مرحومؒ تصوف اور طریقت سے بھی وابستہ تھے۔ اور علاقہ میں دین کے احیاء کیلئے آپکی کوششیں قابل ذکر ہیں۔ مولانا مرحومؒ نے اپنے تمام برخورداروں کو علم دین سے آراستہ کیا۔ اور خصوصاً مولانا سید یوسف شاہ صاحب کو دار العلوم سے فراغت کے بعد دار العلوم حقانیہ اور حضرت مولانا سمیع الحق صاحب کی خدمت کیلئے وقف کیا۔ مرحومؒ کے نماز جنازہ میں حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ، نائب مہتمم حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ، شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ صاحب مدظلہ، مولانا اشرف علی قریشی مہتمم جامعہ اشرفیہ پشاور اور مدیر "الحق" مولانا راشد الحق حقانی نے شرکت کی۔ جبکہ دیگر اساتذہ وارکین مدرسہ اور سٹاف نے بھی لکی مروت جاکر پسماندگان سے تعزیت کی۔ مرحومؒ کا جنازہ لکی مروت میں ادا ہوا اور حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور مرحومؒ کی زندگی اور انکی شاندار خدمات پر روشنی ڈالی۔ اس موقع پر مولانا سید شیر علی شاہ صاحب نے بھی خطاب کیا۔ ادارہ اس غم میں مولانا یوسف شاہ صاحب، شیخ الحدیث مولانا مفتی حمید اللہ جان، مولانا ایوب شاہ، مولوی محمد ادریس شاہ، حافظ عطاء اللہ شاہ اور دیگر پسماندگان کے ساتھ برابر کا شریک ہے۔ دار لعلوم میں مرحومؒ کیلئے فاتحہ خوانی کی گئی۔ اللہ تعالیٰ مرحومؒ کو جنت الفردوس میں جگہ عطاء فرمائے (آمین)۔

الجزائر کے سفیر کی دار العلوم آمد : 29 نومبر بروز اتوار الجزائر کے اسلام آباد میں متعین سفیر جناب الشیخ محمد عیسیٰ صاحب از خود دار العلوم حقانیہ تشریف لائے اور حضرت مہتمم صاحب

مدظلہ کے ساتھ ملاقات کی خواہش کا اظہار کیا۔ ان کے ساتھ ہفت روزہ "حرمت" اور "آبزرور" کے صحافی حضرات بھی تھے۔ مولانا کی عدم موجودگی میں مدیر الحق مولانا راشد الحق سمیع صاحب نے ان کو دارالعلوم کے مختلف شعبے دکھائے اور ان سے سفیر صاحب نے افغانستان، پاکستان اور خصوصاً الجزائر کی موجودہ سیاسی صورتحال پر تبادلہ خیال کیا۔ مدیر الحق نے آپ کو الجزائر میں مسلمانوں کے قتل عام اور مقامی دینی جماعتوں پر پابندی کے متعلق پاکستانی عوام اور دینی جماعتوں کی تشویش سے آگاہ کیا۔

تنظیم اسلامی کے امیر جناب ڈاکٹر اسرار احمد کی دارالعلوم آمد: گذشتہ ماہ تنظیم اسلامی کے امیر ملک کے معروف سکالر جناب ڈاکٹر اسرار احمد صاحب دارالعلوم تشریف لائے اور انہوں نے حضرت مولانا انوار الحق صاحب نائب مہتمم دارالعلوم کی رہائش گاہ پر مختصر قیام کیا۔ مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ اور مدیر الحق نے ان سے مختلف امور پر تبادلہ خیال کیا اور خصوصاً شریعت بل کے مسئلہ پر ان سے گفتگو کی۔ بعد میں ڈاکٹر صاحب دارالعلوم کے مخلص معاون اور مشہور سوشل ورکر جناب میاں حضران بادشاہ صاحب کے مکان پر تشریف لے گئے اور وہاں پر اے این پی کے صدر جناب اجمل خٹک کے ساتھ ملاقات کی۔

فرانس کے صحافیوں کی دارالعلوم آمد: فرانس کے سب سے مشہور معروف ہفت روزہ میگزین "پریس میچ" کے صحافیوں کی ایک ٹیم دارالعلوم تشریف لائی اور دارالعلوم کے مختلف شعبوں کا معائنہ کیا اور خصوصاً حضرت مہتمم صاحب مدظلہ کا ایک تفصیلی انٹرویو بھی کیا پھر بعد میں فرانسیسی صحافی حضرت مہتمم صاحب کے ساتھ انہی کی خواہش پر بلوچستان ژوب کے ایک بڑے جلسے کو دیکھنے کیلئے تشریف لے گئے اور دو دن تک حضرت مولانا کی تمام مصروفیات کی رپورٹنگ کی۔

جاپان کے مسلم سفارتکار کی دارالعلوم آمد: گذشتہ ماہ جاپان کے فرسٹ سیکرٹری مسٹر ہوپ دارالعلوم تشریف لائے اور دارالعلوم کے مختلف شعبوں کو دیکھا۔ ان کے ساتھ اہل خانہ بھی تھے۔ جاپانی سفارتکار اس سے قبل بھی کئی دفعہ دارالعلوم اور حضرت مہتمم صاحب کے گھر

(باقی ص ۵۷ پر)

طارق کی دعا

سلطان فریدی

اندلس کے میدان جنگ میں

تضمین براشعار اقبالؒ

تمنا زباں پر دعا بن کے آئی ہے مطلوب ہم کو تمھاری بڑائی
ترے نام پر تیغ سب نے اٹھائی یہ نظارگی ہے نظر میں سمائی
خدایا ہے تجھ سے مدد کی دہائی

یہ مومن یہ تیرے پرستار بندے یہ صادق یہ غالب یہ کرار بندے
یہ مرنے یہ مٹنے پہ تیار بندے یہ غازی یہ تیرے پراسرار بندے
جنہیں تو نے بخشا ہے ذوق خدائی

نہیں ان کو واپس پلٹنے کی پروا شہادت ملے مثل اولاد خنساءؓ
کریں ایک یلغار میں حشر برپا دونیم ان کی ٹھوکر سے صحرا و دریا
سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی

یہ کرتے ہیں پیوند یہاں آب وگل کو یہ آگے بڑھیں چیر دیتے ہیں سل کو
جبل سا بنائیں تمنا کے تل کو دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو
عجب چیز ہے لذت آشنائی

فقط ایک اللہ ہے معبود مومن دو عالم کا سرورؐ ہے محمود مومن
شریعت ، طریقت ہیں موجود مومن شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن
نہ مال غنیمت نہ کشور کشائی

مولانا محمد ابراہیم فانی صاحب
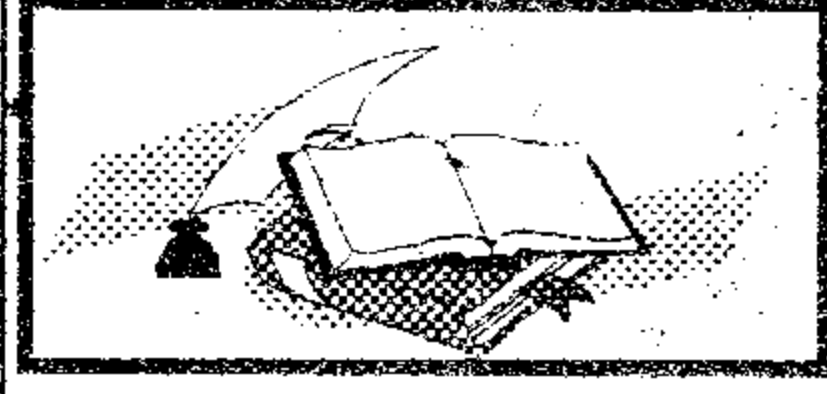
جہاد میں خواتین کا کردار مع صمصام الاسلام } مؤلف : مولانا محمد صدیق اراکانی۔ صفحات : ۳۱۰ قیمت : درج نہیں۔
ناشر : شعبہ نشر واشاعت حرکۃ الجہاد الاسلامی اراکان برما

ملنے کا پتہ : اسلامی کتب خانہ نزد جامعہ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی (وغیرہ)

اگر تاریخ عالم کا بغور مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ہر میدان میں خواتین مردوں کے شانہ بشانہ کام میں مصروف رہی ہیں، بلکہ زیادہ گہرائی میں جانے سے معلوم ہوتا ہے کہ مردوں کے کارناموں کے پیچھے کسی نہ کسی خاتون کا ہاتھ ہوتا ہے۔ اس کتاب میں ان جانباز اور بہادر خواتین کا تذکرہ کیا گیا جنہوں نے اپنے تدبر اور ثابت قدمی سے حالات کا رُخ بدل دیا اور بہادری و دلیری سے میدان کارزار کا نقشہ تبدیل کردیا۔ تاریخ گواہ ہے کہ مسلم خواتین نے اپنے ننگ وناموس کی حفاظت کیخاطر جسمانی اور اخلاقی شجاعت کے کتنے ہی جوہر دکھاتے اور اپنی عزت وعفت کو داؤ پر لگانے کے بجائے جانوں کا نذرانہ پیش کیا۔ ایسی خواتین سے تاریخ کے صفحات روشن ہیں۔ زیر تبصرہ کتاب میں فاضل مؤلف نے تقریباً ۴۰ نڈر اور بہادر صحابیات کا تذکرہ کیا ہے۔ ۲۵ سے زائد شجاعت وبسالت کی پیکر خواتین اور ۱۵ سے زائد غیر مسلم خواتین کی بہادری کی داستانیں رقم کی ہیں اسی لحاظ سے گویا یہ کتاب اپنے موضوع پر انتہائی جامع اور مستند کتاب ہونے کے ساتھ ساتھ ایک تاریخی دستاویز بھی ہے۔ کتاب کے آخر میں جہاد کے متعلق ایک اہم رسالہ صمصام الاسلام کا اضافہ کیا گیا ہے جس میں اہم سوالات کے مفصل جوابات دئے گئے ہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

سیرت سلطان ٹیپو شہیدؒ۔ مؤلف : محمد الیاس ندوی صاحب۔ قیمت : درج نہیں۔
ناشر : مجلس نشریات اسلام، ا۔ کے ۳ ناظم آباد مینشن ناظم آباد نمبر ا، کراچی نمبر ۱۸

"گیدڑ کی صد سالہ زندگی سے شیر کی ایک دن کی زندگی بہتر ہے"۔ اس شہرہ آفاق اور

تاریخی مقولہ کے "موجد" شہید سلطان ٹیپوؒ ہیں۔ تاریخ ہند میں سلطان ٹیپو سے زیادہ بلند ہمت بالغ نظر مذہب اور وطن کے فدائی بلند نگاہ وغیور اور غیر ملکی اقتدار کا دشمن اور کوئی فرماں روا نہیں رہا اور نہ فرنگی سامراج کیلئے سلطان سے زیادہ مہیب اور قابل نفرت شخصیت کوئی اور تھی۔ یہی وجہ ہے کہ جب جنرل بارس کو سلطان کی شہادت کی خبر ملی تو اسکی لاش پر کھڑے ہو کر یہ الفاظ کہے جنکی صداقت کی تاریخ نے تصدیق کردی۔ "آج سے ہندوستان ہمارا ہے"۔ انگریز جب برصغیر میں تجارت کے بہانے داخل ہوا اور رفتہ رفتہ طے شدہ پروگرام کے تحت مختلف ریاستیں انکے قبضہ میں آتی گئیں تو سب سے پہلا شخص جس نے یہ خطرہ محسوس کیا کہ اس طرح اگر کوئی طاقت اس فرنگی سامراج کے مقابلہ پر نہ آتی تو آخر کار پورا ملک ان کا لقمہ تر بن جائیگا چنانچہ انہوں نے انگریزوں سے مقابلہ کرنے کا فیصلہ کرلیا اور اپنے پورے ساز و سامان و وسائل اور فوجی تیاریوں کے ساتھ انکے مقابلہ میں میدان میں آگئے۔ آپ نے ہندوستان کے راجاؤں، مہاراجوں اور نوابوں کو انگریزوں سے جنگ پر آمادہ کرنے کی کوشش کی اس مقصد سے انہوں نے سلطان ترکی سلیم عثمانی اور دوسرے مسلمان بادشاہوں اور ہندوستان کے امراء نوابوں سے خط وکتابت کی۔ اپنے سفیروں کو فرانس، ترکی، ایران اور دوسرے ممالک بھیج کر بین الاقوامی سطح پر فضا ہموار کرنے کی کوشش کی۔ نپولین نے بھی اس سے تعاون کیا اور وسعت پذیر اور خطرناک برطانوی اقتدار کے ختم کرنے کے مقصد میں انکی مدد کی۔ وہ زندگی بھر انگریزوں سے معرکہ آرائی میں مشغول رہے۔ قریب تھا کہ انگریزوں کے سارے منصوبوں پر پانی پھر جائے اور وہ اس ملک سے بے دخل ہو جائیں مگر جنوبی ہند کے امراء کو اپنے ساتھ ملا لیا اور آخر کار اس مجاہد بادشاہ نے ۲ مئی ۱۷۹۹ء کو سرنگاپٹم کے معرکہ میں شہید ہو کر سرخروئی حاصل کی۔ زیر تبصرہ کتاب آپکی سیرت وسوانح پر ایک بھرپور اور مکمل تاریخ ہے مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ اور فاضل گرامی پروفیسر خلیق احمد نظامی کے مقدمہ اور پیش لفظ نے کتاب کی افادیت میں بیش بہا اضافہ کیا ہے۔ مجلس نشریات اسلام کراچی نے اسکو اپنے حسن ذوق کے سانچہ میں ڈھال کر اس میں مزید نکھار پیدا کیا ہے۔ تاریخ اور سیر وسوانح کا ذوق رکھنے والوں کیلئے زیر تبصرہ کتاب انتہائی معلومات افزا اور مستند تاریخی دستاویز ہے۔

۱۲۳

مشاہیر علمائے سرحد : تصنیف : ڈاکٹر حافظ قاری فیوض الرحمان صاحب

ضخامت : ۶۵۷ صفحات۔ قیمت : درج نہیں۔ ناشر : مجلس نشریات اسلام ناظم آباد کراچی۔

مخدوم مکرم جناب ڈاکٹر حافظ قاری فیوض الرحمان صاحب علوی کو اللہ تعالیٰ نے تذکرہ نویسی اور سوانح نگاری کا اعلیٰ ذوق عطاء فرمایا ہے اور تصنیف و تالیف کے میدان میں آپ تعارف کے محتاج نہیں۔ مختلف النوع موضوعات پر آپکی کاوشیں علمی دنیا سے خراج تحسین پاچکی ہیں۔ سینکڑوں علماء، فضلاء اور مشائخ کو متعارف کرانا ان کے تذکرے ضبط تحریر میں لانا آپ کا ایسا کارنامہ ہے جو رہتی دنیا تک آپ کے نام کو زندہ رکھے گا۔

زیر تبصرہ کتاب میں ۴۳۰ علماء و فضلاء اور مشائخ کا تذکرہ ہے۔ کتاب کے ابتدائیہ میں مصنف رقمطراز ہیں : "مشاہیر علماء سرحد" ۱۸۵۷ء ۱۹۷۶ء ممتاز اصحاب تدریس تصنیف پر راقم الحروف نے استاذ محترم علامہ علاؤالدین صدیقی کی نگرانی میں جو تحقیقی کام ۱۹۷۰ء میں شروع کیا تھا وہ تو اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے ۱۹۷۶ء میں مکمل ہو گیا تھا۔ اور اس پر جامعہ پنجاب نے علوم اسلامیہ میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری بھی دی تھی، مگر اس طالب علم نے ڈگری کے حصول کے بعد بھی ملک اور بیرون ملک اس کام کو برابر جاری رکھا اور اب ۱۹۹۷ء میں اسے ۲۸ سال کی تحقیق کے بعد قارئین کرام کی خدمت میں اپنی سعادت کے طور پر پیش کیا جارہا ہے۔ تحقیقی مقالہ کے ابتدائی اور آخری حصے اس میں قصداً شامل نہیں کئے گئے کہ وہ تو ایک تحقیقی ضرورت تھی اور عام قارئین کیلئے عموماً ان میں کوئی خاص دلچسپی بھی نہیں ہوتی ان کی جگہ مزید جو تذکرے ملے وہ تاریخ وفات کے لحاظ سے ۱۸۰۰ء۔ ۱۹۹۷ء تک شامل کر دیئے گئے ہیں اور جن کے تذکرے نہیں ملے ان کا ذکر آخر میں کر دیا گیا ہے۔ کتاب میں انتہائی ضروری مواد ہی کو نہایت اختصار اور جامعیت کے ساتھ شامل کیا گیا ہے۔

علمائے اہلسنت کیلئے
عظیم خوشخبری
خصوصیات
پاکستان میں پہلی بار
جدید کمپیوٹر کتابت ، پیرا گرافی
قدیم قلمی نسخہ سے مکمل تصحیح
ہر باب پر نمبر ، ہر حدیث پر نمبر
رئیس المناظرین حضرت مولانا محمد امین
صاحب اوکاڑوی کے مشورہ سے درج ذیل
اضافہ جات
درهم الصرة في وضع اليدين
تحت السرة مع ترصيع الدرة
على درهم الصرة ومعيار
النقاد في تمييز المغشوش
من الجياد
(تالیف علامہ محمد ہاشم سندھی)
النكت الطريفة
جواب كتاب الرد على ابي حنيفة
(لابن ابي شيبة)
(تالیف علامہ محمد زاہد کوثری)
تعداد احادیث تقریباً
تیس ہزار ۳۰،۰۰۰
تعداد ابواب تقریباً
چار ہزار ۴،۰۰۰
تعداد صفحات تقریباً
چھ ہزار ۶،۰۰۰
خوبصورت کامل ۹ جلد
قیمت /۲۴۰۰ روپے
علماء و طلباء کے لئے خصوصی رعایت
قیمت صرف /۱۲۵۰ روپے
ذوالحجہ تک علاوہ ڈاک خرچ
رعایت سے جلد فائدہ اٹھائیں
سٹاک محدود ہے
مُصنّف
ابن أبي شيبة
في الأحاديث والآثار
للحافظ
عبد الله بن محمد بن أبي شيبة
الكوفي العبسي
"المتوفى سنة ٢٣٥ هـ"
مع رسائل مفيدة
نوٹ
غیر مقلدین نے جن
احادیث کا انکار کیا تھا
کہ ان کے مذہب کے خلاف
تھیں۔ ان کے صحیح قلمی نسخوں
کی نشاندہی کر کے ان کا راز فاش
کر دیا گیا ہے اور قلمی نسخہ کا عکس
بھی لگا دیا گیا ہے۔ نیز قارئین
کی سہولت کے لئے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ
کے اقوال کے موافق احادیث جو کہ
امام ابن ابی شیبہ نے ذکر کی ہیں انتہائی محنت اور
زر کثیر خرچ کر کے النکت الطریفہ میں مصنف کے
صفحہ نمبر درج کر دیا گیا ہے
ناشر طیب اکیڈمی بیرون بوہڑ گیٹ ملتان
فون ۵۴۵۱۳-۴۵۰۱
سٹاکسٹ ادارہ تالیفات اشرفیہ بیرون بوہڑ گیٹ ملتان